وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم

سہ ماہی البیان کراچی

سلسلہ نمبر 13 اپریل تا جون 2015
جمادی الثانی تا شعبان 1436ھ



رمضان المبارک
احکام و مسائل

جادو اور جنات سے کیسے بچیں؟

رشتوں کی بنیاد کیا ہونی چاہیے؟

دینی و عصری تعلیم کی تفریق ضرورت ہے یا سازش؟



یمن کے حوثی قبائل

عقائد، بغاوت و فسادات

مجلس البحث العلمي
المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر
albayanmirc@gmail.com +92-21-35896959 www.islamfort.com

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

البیان

سہ ماہی کراچی

سلسلہ نمبر 13

اپریل
تا
جون 2015

جمادی الثانی
تا
شعبان 1436ھ

فہرست مضامین

زرتعاون شمارہ | 100 روپے
سالانہ بکنگ پر خصوصی رعایت | بیرون ملک | زرسالانہ 12 ڈالر | فی شمارہ 3 ڈالر (علاوہ ڈاک خرچ)

Bank Al-Habib A/C No:1103-0081-002746-01-2 تفصیلات کے لئے 03212627018

المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر
AL-Madina Islamic Research Center
مسجد سعد بن ابی وقاص ڈیفنس فیز 4' 11 کمرشل اسٹریٹ
نزد شار شہید پارک وگذری پولیس اسٹیشن کراچی

Ph:+92-21-35896959
Mob 03322135693
WEBSITE:
WWW.ISLAMFORT.COM
E-MAIL:
albayanmirc@gmail.com

یمن میں حوثی بغاوت
کے خلاف سعودی عرب کی مدد کیوں ضروری ہے؟

خالد حسین گورایہ

آج سے کچھ چودہ سو سال پہلے کا واقعہ ہے جو پیارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کے سال رونما ہوا۔ یمن کے ایک جابر و جائر اللہ کے دشمن ابرہہ نے جو یمن کا گورنر جنرل تھا ہاتھیوں کا لشکر لیکر کعبۃ اللہ پر یلغار کی۔ اس وقت مکہ میں اہل توحید نہیں تھے بلکہ مشرکین آباد تھے۔ جن کے سردار عبد المطلب تھے۔ ابرہہ نے اُس وقت کے مشرکین کے کعبۃ اللہ سے لگاؤ کو جانچنے کے لئے عبد المطلب کے چند اونٹ اپنے قبضے میں لے لئے۔ عبد المطلب ابرہہ کے پاس پہنچا ابرہہ نے خوش آمدید کہا اور آنے کا سبب پوچھا۔ عبد المطلب نے کہا میرے کچھ اونٹ آپ نے قبضے میں لے لئے ہیں از راہ کرم وہ مجھے واپس دے دیجئے۔ ابرہہ یہ مطالبہ سن کر حیران بھی ہوا اور متعجب بھی، اور خود ہی عبد المطلب سے کہنے لگا کہ میں تو تمہارے رب کے گھر کو گرانے آیا ہوں تم نے اس کی بابت مجھ سے کوئی بات نہ کی اور لگے اپنے ان حقیر اور چند ٹکے کی مالیت کے اونٹوں کا مطالبہ کرنے۔ عبد المطلب نے جواب دیا "أنا رب الإبل وللبيت رب يحميه " میں تو ان اونٹوں کا مالک ہوں انہی کی فکر کروں گا! ہاں اس گھر کا بھی کوئی مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرلے گا۔

پھر کعبۃ اللہ آئے اور اس کا کنڈا پکڑا اور یہ اشعار پڑھ کر دعا کی اور قریش کو لیکر پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں پر چلا گئے تاکہ ان متکبرین کا انجام دیکھ سکیں۔

لاھم إن العبد يمنع رحله فامنع حلالك

لا یغلبن صلیبهم ومحالهم عدوا محالك

إن یدخلوا البلد الحرام فأمر ما بدا لك

اے اللہ! بندہ تو بس اپنی سواری کی حفاظت کرسکتا ہے تو اپنے حرم کی حفاظت کر۔ یہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان کی صلیب اوران کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آجائیں۔ ہاں اگر یہ اس بلدحرام میں داخل ہوجائیں تو تو جیسا چاہے کر ۔

یہ محض ایک تاریخی واقعہ ہے۔ جسے غالبا ہر مسلمان پڑھتا ہے، سنتا ہے، لیکن اس سے سبق حاصل نہیں کرتا۔ اگر اس واقعہ کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت سے دروس وعبر ہیں۔

اول: ہر وقت کے جبارین اور متکبرین کا مطمح نظر کعبۃ اللہ رہا ہے اور وہ ان کی آنکھوں میں کھٹکتا رہا ہے۔ان میں سے جس کا بس چلا اس نے اس پر چڑھائی سے بھی گریز نہ کیا۔

دوم: یہ لشکر یمن کے شہر صنعاء سے نکلا تھا۔

سوم: اس وقت مکہ کے بظاہر متولی مشرک لوگ تھے۔جنہوں نے اس کی حفاظت کرنے سے معذوری ظاہر کردی۔ اور وہ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ حرمات اللہ، اور بیوت اللہ کی حفاظت وتعمیر کا کام مشرکین کے بس کی بات نہیں فرمان باری جل وعلا ہے:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ 18﴾

اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔

چہارم: اس وقت مشرکین کے سردار عبد المطلب نے ابرہہ سے جس مسئلے کے حل کے لئے بات چیت کی وہ معیشت کا مسئلہ تھا کیونکہ ان کا اس کا اور اس کے کنبے قبیلے کا انہی اونٹوں پر گزر بسر ہوتا تھا۔ لہذا وہ مشرک تھے اور مشرک کا مطمح نظر محض دنیا ہوتی ہے آخرت نہیں۔ اس لئے وہ اپنی دنیا کے لئے ہی سوچتا ہے اور اسی کے لئے لڑتا بھڑتا ہے۔ اس لئے عبد المطلب نے کہا کہ میری

معیشت کی مضبوطی کا تعلق ان اونٹوں سے ہے آپ مجھے اونٹ دے دیں میرا مسئلہ حل ہو جائے گا اور یہ کعبہ جانے اور اس کا رب۔

پنجم : اور پھر وہ (غیر جانبدار رہتے ہوئے) قریش کو لیکر پہاڑوں کی چوٹیوں پر تماشہ دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔

اب اگر اس واقعہ اور اس میں چھپے حقائق سے پردہ اٹھایا جائے تو بظاہر نظریہ آتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ بہت سے حقائق ایسے ہیں جو آپس میں ملتے ہیں اور کچھ مختلف بھی ہیں۔

اصحاب فیل اور آج جو کعبۃ اللہ کے گھیراؤ کی کوششیں کی جا رہی ہیں ان میں بہت سے پہلوؤں میں مماثلت ہے۔اول یہ کہ آج وقت بھی کعبۃ اللہ پر حملے کی باتیں کی جا رہی ہیں اور اس کے لئے عملی اقدامات بھی اٹھائے جا رہے ہیں سعودیہ کے یمن کی سرزمین سے متصل بارڈر پر آئے روز حملے ہو رہے ہیں میڈیا و اخبارات سے باخبر کوئی شخص اس کا انکاری نہیں۔اور کعبۃ اللہ پر حملے کی باتیں کرنے والے بھی یمن سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو کہ حوثی قبائل سے معروف ہیں۔لیکن یہاں ایک حقیقت مختلف ہے کہ اس وقت کعبۃ اللہ کے متولی مشرک نہیں بلکہ اہل توحید لوگ ہیں جو آل سعود خاندان کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔اس لئے جب انہوں نے بیت اللہ پر حملے کے حوالے سے اہل باطل کے عزائم کو بھانپا تو عبد المطلب کی طرح معیشت کے تحفظ کی بات نہیں کی بلکہ اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو گئے اور دیگر مسلمانوں کو بھی اس گھر کی حفاظت کے لئے دعوت دی۔لیکن عالم اسلام کے بہت سے فیس بک ،ٹویٹر اور یوٹیوب کے مجاہد اور سڑکوں پر ریلیاں نکالنے کی حد تک محدود رہنے والے اور توحید و سنت سے بغض و عداوت رکھنے والے لوگوں کو یہ بات کچھ بھائی نہیں اس لئے انہوں نے دانستہ یا نادانستہ سعودی عرب کے خلاف اول فول بکنے کا ایک بہت بڑا محاذ کھول دیا جس میں ہمارے میڈیا کے ماہرین اور نام نہاد تجزیہ نگاروں اور اینکرز نے بھی دل کی بھڑاس نکال کر خوب داد وصول کی۔ لہذا سعودیہ کی مخالفت میں بولنے والے اس گروہ کے لوگ بظاہر کتنے ہی عذر لنگ تراشیں کہ یہ سعودیہ کی جنگ ہے ہمیں اس میں کودنے کی ضرورت نہیں !۔ اس جنگ میں کودنے سے ہمارے پڑوسی ممالک سے تعلقات خراب ہو جائیں گے! خطے میں آگ لگ جائے گی ! ملک میں فرقہ واریت کو ہوا ملے گی وغیرہ وغیرہ لیکن ان کی زبان حال وہی جواب دے رہی ہے جو عبد المطلب نے دیا تھا کہ میرا مسئلہ چند اونٹو

ں کا ہے۔ جہاں تک کعبہ کا تعلق ہے تو " للبیت ربا یحمیه "اس کا رب ہے خود حفاظت کرلے گا اس سے ہمیں سروکار نہیں، ہمارا بنیادی مسئلہ چند اونٹوں (معیشت) کا ہے اسے سب سے پہلے حل ہونا چاہیئے۔ اسی کی بنیاد پر ہمیں فیصلے کرنے چاہئیں۔

اور دوسرا کام جو ہمارے اس فکر کے حامل ساتھی کر رہے ہیں وہ عبد المطلب کے کام سے ملتا جلتا ہے کام ہے کہ عبد المطلب تو قریش کو لیکر پہاڑوں پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگے تھے۔ اور ہمارے ان ساتھیوں کو چونکہ پہاڑ نہیں ملے اس لئے انہوں نے ثالثی کے نام سے مسئلہ سے کنارہ کش ہو کر تماشہ دیکھنے بیٹھ گئے ہیں کہ کیا ہوتا ہے؟ اب اگر سعودیہ کو اس میں فتح مل گئی تو اس قسم کے لوگ دوبارہ فیس بک، ٹویٹر کے پیجز پر کود پڑیں گے اور غازیوں شہیدوں کی داستانیں شیئر کرنے لگیں گے۔

مگر یہاں ایک بات بہت خوش آئند ہے کہ الحمد للہ عالم اسلام میں بہت سے ایسے اہل توحید بھائی ہیں جو حقیقی خطرے کو بھانپ چکے ہیں اور اللہ کے گھر کی حفاظت کے لئے بے تاب ہیں۔ موضوع کی مزید تفصیل میں جانے سے پہلے تمام اہل اسلام سے گذارش ہے کہ خدارا اصل خطرے کو سمجھیں اور اہل نفاق کے کردار سے ہٹ کر اہل ایمان کا کردار ادا کریں۔ اور ایسے نہ بنیں کہ

﴿ يَحْسَبُونَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوا ۖ وَإِن يَأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوا لَوْ أَنَّهُم بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢٠﴾ ﴾

سمجھتے ہیں کہ اب تک لشکر گئے نہیں۔ اور اگر فوجیں آ جائیں تو تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش! وہ صحرا میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے کہ تمہاری خبریں دریافت کیا کرتے، اگر وہ تم میں موجود ہوتے (تو بھی کیا؟) نہ لڑتے مگر برائے نام۔

تو گاؤں، دیہات اور شہروں میں بیٹھ کر خبریں جنگ و جہاد کی خبریں سننے والا کوئی مجاہد اور غازی نہیں بن جاتا۔ اس لئے اپنے ایمان کا جائزہ لیتے ہوئے بتایئے کہ کیا ہم ابرہہ کی فکر کے لوگوں کے حمایتی ہیں یا عبد المطلب کی یا اس وقت کے ابابیلوں کی مانند اللہ کے گھر کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اور رب کا بھی فرمان ہے کہ ''میرے گھر کی تعمیر وہی کرتا ہے جو ایمان والا ہو'' بظاہر اس امت کے ٹی وی چیلنوں پر بیٹھے نام نہاد مفکرین اور بعض مذھبی اداکاروں اور کاسہ برداروں کی حرکات سے تو یہ لگتا ہے اللہ کے گھر کی حفاظت کی سعادت اب بھی شاید ابابیلوں (یا

موحدین جن میں سرفہرست آل سعود ہیں) کے ہی نصیب میں ہے ۔ جو اللہ کے گھر کی طرف اٹھی ہر ناپاک نگاہ کو ''کعصف مأکول'' کھائے ہوئے بھس کی مانند بنا دیتی ہیں ۔

دراصل ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارا حال بالکل ایسا ہی ہو چکا ہے جیسا کہ کسی کہنے والے نے خوب کہا۔

غضب کی ایکتا دیکھی لوگوں کی زمانے میں
زندوں کو گرانے میں مردوں کو اٹھانے میں

ہم زندہ بندے کی قدر نہیں کرتے اور جب مر جاتا ہے تو اسے آسمانوں پہ چڑھا دیتے ہیں ۔ ہم دنیا میں جاری حقائق وحوادث کے دوررس نتائج پر غور نہیں کرتے مگر جب وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو لگتے ہیں پٹاری کھول کر بین بجانے ۔ موجودہ صورت حال میں صحیح اور مناسب فیصلہ کرنا شاید فکری غلامی کے باعث ہمارے لئے ممکن نہیں رہا ۔ اس لئے عراق میں قتل عام ہوا جن میں سب سے اکثریت سنی مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی ذبح ہوئے ۔ کوئی نہیں بولا کہ اس کی وجہ سے فرقہ واریت کو ہوا ملے گی ۔ شام میں کلسٹر بموں کے دسیوں حملے ہو چکے شہداء کی تعداد تین لاکھ سے تجاوز کر گئی ۔ چھوٹے بچے زہریلی گیس سے دم گھٹنے سے مرے شام کی مدد علی الاعلان روس اور ایران عراق کرتے رہے ۔ کسی نے فرقہ واریت کا نام نہیں لیا ، کسی نے نہیں کہا کہ خطے میں آگ بھڑک اٹھے گی ۔ لیکن جب سرزمین حرمین کے تحفظ کی خاطر یمن کے باغیوں کو لگام دینے کی باری آئی تو فوراً ہمارے دانشوروں کے دل میں بچوں ، عورتوں ، بوڑھوں معصوم مسلمانوں کے لئے ہمدردی جاگ اٹھی ۔ یہ سب اس امر کی عکاسی ہے کہ ہم ذہنی غلام ہیں کوئی مغرب کا ، کوئی نام نہاد ملاؤں کا ، جنہیں سعودیہ میں رائج توحید ایک آنکھ نہیں بھاتی ۔ خدارا کفر مسلمانوں کو ذہنی اور فکری اعتبار سے اپاہج کرنے کے بعد حالات اس نہج پہ لے جا رہا ہے کہ ہمارے دلوں میں موجود ایمانی حس جو تھوڑی بہت زندہ ہے وہ بھی مر جائے ۔ اور اس کے لئے وہ تجربے کرتا رہتا ہے ۔ سب سے پہلے انہوں نے ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کی توہین کی ۔ سڑکوں پر امت کے جذبات بہت نظر آئے لیکن پھر جھاگ کی طرح بیٹھ گئے ۔ یہی حال ہماری مقدس کتاب قرآن پاک کے ساتھ ہوا ۔ اسے بھی جلایا گیا ہم سڑکوں پر نکل کر پھر گھروں میں دبک گئے ۔ اب وہ عملی تجربہ کرنے جا رہے ہیں کعبۃ اللہ پر ۔ جو مسلمانوں کو متحد رکھنے کا اللہ رسول کے بعد بہت بڑا ذریعہ ہے ۔ مگر بہت سے مسلمان حکمران اور نام نہاد مسلمان اس تجربے کا بھی آنکھوں

سے مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں ۔تا کہ بعد میں سڑکوں پر چند ریلیاں نکال کر، اسمبلیوں میں قرار داد یں پاس کرا کر، انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوالیں۔

الغرض یمن کا مسئلہ اس وقت سعودیہ کا مسئلہ نہیں نہ خلیج کا مسئلہ ہے بلکہ یہ عالم اسلام کا سب سے بنیادی مسئلہ ہے اگر اس پر کفر کا وار کامیاب گیا تو پھر اہل اسلام کے لئے کوئی ایسی چیز نہیں رہے گی جو انہیں متحد کر سکے اور سوچنے کی بات ہے کہ جب ہمارے پیارے پیغمبر کی توہین ہو، ہماری مقدس کتاب قرآن مجید کی بے حرمتی ہو، ہمارے کعبۃ اللہ پر یلغار کی جائے تو اے مسلمان بتا اس کے بعد زندگی کا کوئی لطف رہے گا!!؟۔

یمن کا مسئلہ صرف سعودیہ کا مسئلہ اس لئے نہیں کہ

اول: سعودیہ یمن پر حملہ کر کے نہ تو اپنی معیشت مضبوط کرنا چاہتا ہے نہ اپنی جغرافیائی حدود بڑھانا چاہتا ہے۔

دوم: اگر سعودیہ کو محض حوثی قبائل یا زیدی یا دیگر شیعہ حضرات سے عداوت ہوتی تو یہ حوثی، زیدی، و دیگر شیعہ اس سے پہلے بھی موجود تھے سعودیہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ اور اب جب کی ہے تو اس لئے کہ حوثی، اور سابق صدر صالح کی ملیشیات ایرانی اور مغربی مدد کی بنیاد پر یمن کو سرزمین حرمین پر یلغار کا دروازہ بنانا چاہتی ہیں۔

سوم: حوثیوں نے یمن میں کیا کچھ نہیں کیا؟ بدامنی پھیلائی، خون بہایا، بے گناہ اور معصوم لوگوں کو قتل کیا، مساجد گرائیں حفظ قرآن مدارس منہدم کئے، اہل علم کا قتل عام کیا۔ وہاں کی قانونی حکومت کا تختہ الٹا، اور بھاری اسلحہ سعودی حدود پر جمع کرنا شروع کردیا۔ حرمین پر حملے کی انہوں نے دھمکیاں دیں۔

چہارم: سعودیہ کی یہ تاریخ رہی ہے کہ وہ کسی ملک میں کسی نوعیت کی بھی مداخلت کی حمایت نہیں کرتا۔ اور ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ جہاں بھی تنازعات موجود ہوں انہیں بات چیت سے حل کیا جائے۔ اور یمن کا معاملہ بھی انہوں نے اسی طرح ڈیل کرنے کی کوشش کی لیکن۔ لاحیاۃ لمن تنادی۔

پنجم: کیا اس کارروائی میں اہل اسلام کے لئے عموماً اور اہل یمن کے لئے خصوصاً فائدہ مند ہے یا نہیں؟

کیا اب بھی کاروائی ضروری نہیں تھی جب کہ دار الخلافہ باغیوں کے قبضے میں چلا گیا اور قریب تھا کہ عدن بھی مقبوضہ بن جائے۔

ششم: عموماً ہمارے میڈیا میں یہ بات نشر کی جارہی ہے کہ حوثی قبائل کا مکہ مدینہ پر حملے کا کوئی ارادہ نہیں اور نہ اس حوالے سے مکہ مدینہ کو کوئی خطرہ ہے، تو ان مفاد پرست عناصر کی خدمت میں عرض ہے کہ حوثی تحریک کے ایک رہنما نے ایک ٹی وی پروگرام میں علی الاعلان یہ بات کہی ہے کہ اگر خلیجی ممالک اور سعودیہ اپنی حرکات سے باز نہیں آئے تو ہمارا پڑاؤ کعبۃ اللہ کا مقام رکن یمانی ہوگا۔ تفصیل کے لئے آپ یہ لنک ملاحظہ کر سکتے ہیں

https://www.youtube.com/watch?v=V5t3s1Rjuis

نیز حوثی تحریک کے سربراہ عبد الملک حوثی اپنی ایک تقریر میں سعودیہ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ: ''انہیں اپنے فعل کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔''

https://www.youtube.com/watch?v=Ac_4FdKIWEI

حوثیوں نے یمن کے شہر صنعاء سے حاجیوں اور معتمرین کو لے جانی والی حج وعمرہ کی ٹریول ایجنسیز کو بھی خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیں جس کی بنا پر بہت سی حج وعمرہ کی کمپنیوں کو اپنا کام صنعاء سے عدن منتقل کرنا پڑا۔ ملاحظہ کیجئے

https://newhub.shafaqna.com/.../10924408-یہ-الحوثی

حوثیوں کے ایک اور رہنما عبد الکریم الخیوانی نے سعودیہ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ وہ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں گے۔ ملاحظہ کیجئے

http://www.alainonline.net/news_details.php?sid=17955

ان تمام حقائق کے بعد بھی کوئی اس خام خیالی میں ہے کہ حوثیوں کا بیت اللہ اور مکہ ومدینہ کے حوالے سے کوئی برا ارادہ نہیں تو ایسے شخص کی آنکھوں پر فریب نفس، دھوکہ اور تعصب کی پٹی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر ان حوثیوں کو سعودیہ سے عداوت تھی تو یہ ریاض پر حملے کا ذکر کرتے کیونکہ آل سعود کا دار الخلافہ ریاض ہے نہ کہ مکہ ومدینہ لیکن ان کے زعماء ورہنماؤں کا مقدس مقام مکۃ المکرمہ کا نام لینے سے ان کے عزائم بخوبی واضح ہو چکے ہیں۔

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾[آل عمران: 118]۔

اور یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ حوثیوں کی سعودیہ سے دشمنی سیاسی نہیں بلکہ نظریاتی اور عقیدہ کی دشمنی ہے۔ اور اس وجہ سے دشمنی ہے کہ سعودی حکمران بیت اللہ کے متولی کیوں ہیں؟!

یہ چند مثالیں ہیں حوثیوں کے ناکام عزائم کی جو احباب عربی دان ہیں اور انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں انہیں ایسی بیسیوں مثالیں ملیں گی۔ والعاقل تكفيه الإشارة۔

اب یہاں سوال اٹھتا ہے کہ ان تمام حقائق کے بعد بھی سعودی حکومت کی حمایت اور مدد کرنا ضروری نہیں؟! جبکہ:

1: حوثی بیت اللہ پر قبضے کا خواب دیکھ رہے ہیں ان کے ہاتھ روکنے ضروری ہیں۔ حرمین کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے۔

امام حرم مکی جناب سعود الشریم حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''یمنی باغیوں پر حملہ دینی ضرورت ہے یہ ایسا دشمن ہے جو حرمین شریفین پر قبضے کے خواب دیکھ رہا ہے''۔

اور یہ بات ہم سابق الذکر سطور میں واضح کر چکے ہیں کہ ان کے کون سے زعماء نے حرمین کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی ہے۔

2: حوثی باغی ہیں اور قرآن مجید نے باغیوں سے لڑنے کا حکم دیا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾[الحجرات: 9]

3: سعودی حکمران متولیان حرم ہیں، حرم کے ساتھ اس کے متولیوں کی حفاظت بھی لازم ہوتی ہے۔ اور اگر وہ مدد طلب کرتے ہیں تو ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔

4: سعودی حکومت پاکستانیوں کی بالخصوص اور عالم اسلامی کی بالعموم محسن ہے۔ اب اس محسن پر مشکل وقت پڑا ہے ان کی تائید وحمایت ہمارے لئے لازم بن جاتی ہے

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾[الرحمن: 60]

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" ومن أتى إليكم معروفا فكافئوه ، فإن لم تجدوا ما تكافئونه فادعوا له حتى تعلموا أن قد كافأتموه ".

''جو آپ کے ساتھ نیکی کرے اس کو اس کا بدلہ دو، اگر تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے تم اس کی نیکی کا بدلہ چکا سکو تو اس کے لئے دعا کرو (اور اتنی دعا کرو کہ) حتی کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کی نیکی کا بدلہ چکا دیا ہے''۔

سعودی حکومت نے عالم اسلام کی ہر مشکل اور ہر قضیے میں مدد کی۔ فلسطینی کاز کی سعودی حکومت نے سیاسی، عسکری اور اقتصادی ہر میدان میں مدد کی۔ عسکری سطح پر جب 1948ء میں عرب اور یہودیوں کے مابین جنگ لگی تو ملک عبد العزیز نے مکمل عسکری مدد فراہم کی اور انہوں نے سعودی فوج کی ایک بڑی تعداد سویس نہر کے راستے روانہ کی جو یہودیوں کے خلاف مصری افواج کے شانہ بشانہ لڑی۔ نیز اقتصادی اور سیاسی مدد کی مثالیں ان گنت ہیں [1]۔

افغانستان میں سویت یونین کی جارحیت کے خلاف وہاں کی مسلمانوں کی سعودیہ کی جانب سے بھرپور مدد کی گئی۔

سعودیہ نے محض محاذوں اور سورش زدہ علاقوں میں مسلمانوں کی حمایت نہیں کی بلکہ سیلاب، زلزلوں، اور دیگر قدرتی آفات میں بھی وہ اپنے بھائیوں کی مدد سے پیچھے نہیں رہے۔ افریقا ہو یا ایشیا، ہر جگہ سعودی پیش پیش رہے۔ نوے کی دہائی کے چند ہی سالوں میں ایک رپورٹ کے مطابق ۷۷ بلین ریال کی مدد کی گئی۔ افریقی ممالک میں قحط سالی کے وقت ایک ہزار ملین ریال کی نقد امداد دی گئی جبکہ غذائی اجناس اور ادویات اس کے علاوہ ہیں اس سے ۱۷ افریقی ممالک نے فائدہ اٹھایا۔ [2]

1988ء میں شمالی یمن میں زلزلوں میں سعودیہ نے 443 ملین ریال کی مدد کی۔ 1988ء ہی

[1] جهود المملكة العربية السعوديه فى خدمة الدعوة الاسلامية ماضيا وحاضرا

[2] المملكة وهموم الأقليات ص 293

میں جب تونس میں سیلاب نے تباہی مچائی تو سعودی حکومت نے فورا 50 ملین ڈالر کی امداد دی۔
پاکستان میں زلزلوں اور سیلابوں میں سعودی حکومت نے جو مدد کی وہ ہماری حکومت اور عوام سے ڈھکی چھپی نہیں۔

5: یمن کی سرزمین اور یمن کے رہنے والوں کی مدح میں احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہیں۔ جس بنا پر یمن کے مظلوم لوگوں کی مدد تمام مسلمانوں کا فرض بنتا ہے۔ ذیل کی سطور میں یمن اور اس کے باسیوں کے فضائل میں وارد چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

اہل یمن کی فضیلت

ارض حجاز میں جب نور ہدایت جلوہ افروز ہوا تو اس کی کرنیں یمن تک بھی پہنچیں ہمارے پیارے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے لبِ مبارک سے یمن کے باشندوں اور سرزمین یمن کے لئے کلمات خیر بھی کہے۔

چند روایات ملاحظہ ہوں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " اللهم بارك لنا في شامنا، اللهم بارك لنا في يمننا"
اے اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا تین مرتبہ دہرائی۔ صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول "وفی عراقنا "، ہمارے عراق کے متعلق بھی دعا فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' إن بها الزلازل والفتن وهناك يطلع قرن الشيطان"
''وہاں زلزلے ہیں، فتنے ہیں اور وہیں سے شیطان کے سینگ ابھریں گے یعنی شیطان کے مددگار نکلیں گے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرزمین شام کے بعد یمن کو اہمیت دی اور وہاں رہائش اختیار کرنے کا حکم دیا۔
ابن حوالہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایک ایسا وقت آئے گا کہ اہل اسلام کے تین لشکر بن جائیں گے۔ ایک شام میں ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔ ابن حوالہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے مشورہ دیجئے میں کس لشکر کو اختیار کروں اگر مجھے وہ زمانہ مل جائے تو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شام کے لشکر کو اختیار کرنا، وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین سرزمین ہے۔

---

[1] صحیح بخاری

اللہ تعالیٰ اس میں اپنے بہترین لوگوں کو بساتا ہے۔ ہاں اگر ایسا نہ کرسکو تو یمن چلے جانا اور وہاں کے چشموں کا پانی پینا۔۔۔"[1]

ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا" علیک بالشام "شام اختیار کرنا۔ پھر فرمایا"فمن أبي فليلحق بيمنه، وليسق من غدره "۔یمن سے جا ملنا اور وہاں کے کنوؤں اور چشموں کا پانی پینا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں جو نہایت نرم دل، رقیق القلب لوگ ہیں۔ ایمان یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے اور رفقہ یمانی ہے۔ اور کفر کا سر مشرق کی طرف ہے۔[2]

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے یمن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:" الإيمان هاهنا" ایمان یہاں ہے۔ جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ مکہ کے راستے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے۔ تو آپ فرمانے لگے" ابھی تم پر اہل یمن نمودار ہونے والے ہیں جیسے کہ وہ بادل ہیں۔ زمین میں بسنے والوں میں وہ بہترین لوگ ہیں۔

امام نووی نے صحیح مسلم میں اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے" باب تفاضل أهل الايمان ورجحان أهل اليمن فيه "۔

اب ان تمام حقائق اور دلائل کے بعد بھی اگر کوئی شخص یمن جنگ میں سعودی اور یمن کی مظلوم عوام کی حمایت وتائید کے بارے میں تذبذب کا شکار ہے تو پھر اس کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے۔

آنکھیں اگر ہوں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

---

[1] ابوداؤد

[2] صحیح مسلم

کیا علامہ وحید الزمان کے تفردات کی بنا پر مسلک اہل حدیث پر اعتراض کیا جا سکتا ہے؟

مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ [1]

سوال: مولانا وحید الزمان کے بارے میں معروف ہے کہ وہ اہل حدیث تھے اور بعض مسائل ان کی کتب کے حوالے سے بیان کیے جاتے ہیں جو ظاہراً بالکل غلط ہیں، کیا ان مسائل کی وجہ سے مسلک اہل حدیث پر اعتراض کیا جا سکتا ہے؟

الجواب:

برصغیر پاک وہند میں جو طبقہ ''اہل حدیث'' کے نام سے معروف ہے، ان کا نظریہ ہے کہ عقائد واعمال میں جو عقیدہ یا عمل قرآن مقدس یا حدیث سے ثابت ہے اسے اپنایا جائے، چاہے وہ مجتہدین امت میں سے کسی کے عقیدہ یا عمل کے مطابق ہو یا مخالف۔ جبکہ قرآن وحدیث کے فہم میں وہ اوائل امت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فہم کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مسائل میں ان کا مستدل قرآن وحدیث ہوتا ہے صراحۃً مذکور ہو یا اشارۃً، ایماءً ہو یا اقتضاءً۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عظیم کتاب ''الجامع الصحیح'' میں اس کی ترویج کی ہے۔

مولانا وحید الزمان کے تحریر کردہ بعض مسائل اگر واضح طور پر غلط ہیں تو اہل حدیث کے مسلک ومعیار کے مطابق بھی غلط ہیں اہل حدیث کو ان مسائل کی وجہ سے مطعون قرار دینا قرین انصاف

---

[1] شیخ الحدیث دار الحدیث المحمدیہ جلال پور پیروالا ضلع ملتان

نہیں ہے۔

مسلک اہل حدیث کے حوالے سے ان کے مسلک کی توضیح کے لیے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا پیر بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہم اللہ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ جید عالم دین تھے اور لغت عرب پر انہیں مکمل دسترس حاصل تھی جیسا کہ ان کے تراجم قرآن و کتب احادیث وفقہ سے واضح ہوتا ہے، البتہ ان کے بیان کردہ کسی بھی مسئلہ کی ذمہ داری اہل حدیث مکتب فکر پر نہیں ہے، وہ حنفی گھرانے کے ایک فرد تھے، اسی ماحول میں انہوں نے نشوونما پائی ہے اور اسی بنیاد پر انہوں نے کتب فقہ حنفیہ کے اردو ترجمے کیے، بلکہ ابتداءً وہ فقہی معاملہ میں غالی حنفی تھے۔ایک حنفی عالم مولانا عبدالحلیم چشتی لکھتے ہیں: ’’مولانا وحید الزمان کا خاندان چونکہ حنفی تھا اس لیے اوائل عمر میں مولانا کو حنفی مسلک سے بڑا شغف رہا یہی وجہ ہے کہ شیخ مسیح الزمان کے ایماء سے جس کتاب کا پہلے ترجمہ کیا وہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ’’شرح الوقایہ‘‘ تھی۔تعلیم سے فراغت کے بعد حیدرآباد دکن میں اس کی اردو میں مبسوط شرح لکھی، جس میں غیر مقلدین کے تمام اعتراضات کا تاروپود بکھیرا اور مسلک احناف کو نہایت محکم دلائل سے ثابت کیا ہے، اور اسی غرض سے اصول فقہ کی مشہور کتاب ’’نورالانوار‘‘ کی حدیثوں کی تخریج پر ایک رسالہ لکھا جس میں بتایا ہے کہ اصول فقہ کا دارومدار حدیث پر ہے محض قیاس پر نہیں ہے۔

عقائد میں بھی ماتریدی تھے چنانچہ علامہ تفتازانی کی ''شرح العقائدالنسفیه'' کی احادیث کی تخریج کی مگر بعد میں آپ کے برادر بزرگ مولانا بدیع الزمان کی صحبت اور حدیث کی کتابوں کے ترجمہ کی وجہ سے غیر مقلد بن گئے‘‘۔[1]

حنفی مسلک تو انہوں نے ترک کر دیا مگر ترک تقلید کے نتیجے میں وہ اس روش پہ قائم نہ رہ سکے جو فقہاء اہل حدیث کا طرہ امتیاز ہے، چشتی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ’’آپ نے جب ''هدية المهدى'' تألیف کی تو اہل حدیث میں مخالفت کی ایک عام لہر دوڑ گئی، ان کو ایک دوست نے لکھا کہ جب سے تم

[1] حیات وحید الزمان صفحہ:100

نے ''ھدیۃ المہدی'' لکھی ہے تو اہل حدیث کا ایک بڑا گروہ جیسے مولوی شمس الحق مرحوم عظیم آبادی، مولوی محمد حسین لاہوری، مولوی عبد اللہ غازی پوری، مولوی فقیر اللہ پنجابی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری وغیرہم تم سے بددل ہوگئے ہیں اور عامہ اہل حدیث کا اعتقاد تم سے جاتا رہا''۔اھ [1]

مولانا وحید الزمان نے اپنے دوست کو اپنے انداز میں جواب تحریر کردیا۔ البتہ اس سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں ہی ان کے بیان کردہ بعض مسائل کو اہل حدیث کی ترجمانی کرنے والے عظماء نے قبول نہیں فرمایا جس کے نتیجے میں عام اہل حدیث نے بھی ان کی فکر کو قبول نہیں کیا تھا، بلکہ مسترد کردیا۔ بالخصوص متعدد اہم ترین مسائل کے حوالے سے۔

1 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین محدثین عظام اور اہل سنت کے تقریباً سب ہی مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ قرآن مقدس کی آیات مبارکہ کی ترتیب توقیفی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود آیات مبارکہ کی ترتیب ارشاد فرمائی اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق تھی۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا وعدہ ہے۔﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے قرآن اتارا ہے اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔''

اسی ترتیب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو قرآن سنایا اور صحابہ کرام کو حفظ کرایا، اسی ترتیب پر وہ قرأت کرتے رہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، سوائے شیعہ کے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن مقدس کی آیات میں تقدیم وتاخیر ہوئی ہے اور بعض آیات موجودہ قرآن مقدس سے ہٹا دی گئی ہیں! جیسا کہ اصول کافی اور تحریف کلام رب الارباب وغیرہ کتب اثنا عشریہ میں مرقوم ہے۔ اور یہ نظریہ درست نہیں جبکہ مولانا وحید الزمان رحمہ اللہ بھی اس نظریے کے قائل ہیں آیت تطہیر کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''ایک جماعت محققین نے اس مذہب کو ترجیح دی ہے کہ آیت میں آپ کی بیبیاں اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حسن اور حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین سب داخل ہیں اور بعضوں نے اس کو خاص رکھا ہے نسبی گھر والوں سے یعنی حضرت فاطمہ اور حضرت علی اور حسن اور حسین سے۔

مترجم کہتا ہے صحیح مرفوع حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بیان کر دیا

---

[1] ایضا صفحہ ۱۰۱

ہے کہ میرے گھر والے یہ لوگ ہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہے اور ایک قرینہ اس کا یہ ہے کہ اس آیت کے اول اور آخر جمع مؤنث حاضر سے خطاب ہے اور اس میں جمع مذکر کی ضمیر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ان آیتوں کے بیچ میں رکھ دی گئی ہے جن میں ازواج مطہرات سے خطاب تھا اور صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے ایسا کیا'' اھ۔ [1]

مولانا کو اس جگہ کئی ٹھوکریں لگی ہیں۔

اولاً: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا:

''اللهم هؤلاء أهل بيتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا ''۔ [2]

یعنی اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے رجس ہٹا اور انہیں پاک کر دے۔ اس سے انھوں نے سمجھا کہ آیت تطہیر کو نسبی گھر والوں کے ساتھ مختص فرما رہے ہیں حالانکہ آپ نے دعا کے طور پر ان کو شامل کئے جانے کی اللہ جل مجدہ سے عرض کی۔ جس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب فرمایا کہ میں بھی ان میں آجاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

''أنت على مكانك وأنت إلى خير''۔ [3]

تو اپنی جگہ ہے اور تو بہتری میں ہے۔ (کہ یہ آیت نازل ہی تمہارے لئے ہوئی ہے)

ثانیاً: مولانا کو جمع مذکر کے تخاطب سے مغالطہ ہوا جبکہ قرآن مقدس میں جمع مذکر کے ساتھ عورتوں کو مخاطب کرنا ثابت ہے۔ سورۃ طٰہٰ، آیت:10 میں ہے:

﴿فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا﴾

''یعنی (موسیٰ علیہ السلام) نے اپنی بیوی کو کہا تم ٹھہرو میں آگ دیکھ رہا ہوں''۔

اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ کو ملائکہ نے خطاب کیا سورہ ہود آیت ۷۳ میں ہے

﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

یعنی'' اللہ کے امر سے تعجب کرتی ہوا ے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں وہ تعریف

---

[1] تفسیر وحیدی :549

[2] جامع ترمذی

[3] جامع ترمذی ، جلد:2، ص:220

والا، بزرگی والا ہے“۔

اس طرح احادیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جمع مذکر کے لفظ سے تخاطب فرمایا۔ نیز کلام عرب میں بھی عورت کو جمع مذکر سے تخاطب عام ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ ایک حماسی شاعر کہتا ہے۔

" لاتحسبي أني تخشعت بعدكم "

لہذا مولانا وحید الزمان کا یہ فرمانا کہ” شاید صحابہ نے اپنے اجتہاد سے ایسا کیا“ باطل اور غلط ہے۔ أعاذنا الله عنه

2 اہل سنت کے تمام مکاتب فکر اس پر بھی متفق ہیں کہ صحابہ کرام میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ شان و مرتبت میں سب سے افضل ہیں ان کے بعد سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم۔ تفصیل کے لیے دیکھیے امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب ”تفضیل شیخین“

مگر اس کے برعکس مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں: ”اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں میں کون افضل ہیں، لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کہتے ہیں اور مجھ کو اس پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملتی“۔ [1]

3 سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار کاتبین وحی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ہوتا ہے، فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے اور پھر پوری زندگی خدمات اسلام میں گزاری، امت کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عادل ہونے کا اجماع ہے کہ قرآن مقدس میں فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے اور بعد از اں اسلام قبول کرنے والوں سے ”حسنیٰ“ وعدہ کیا گیا ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔ " اللهم اجعله هاديامهديا "

اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ صلح کرکے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور دو مسلمان جماعتوں کے مابین مصالحت کے اعزاز سے نوازے گئے۔ اور انہی کے دور میں سمندری غزوات کی ابتدا ہوئی۔

---

[1] وحيد اللغات، ماده: عثم

ان اعزازات کے باوجود مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں: ''ایک سچے مسلمان کا جس میں ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف وتوصیف کرے، البتہ ہم اہل سنت کا یہ طریق ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے سکوت کرتے ہیں، معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلم اور قرینِ احتیاط ہے مگر ان کی نسبت کلماتِ تعظیم مثل حضرت، ورضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بے باکی ہے، اللہ محفوظ رکھے''۔ [1]

جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے فرماتا ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾

یعنی ''ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور اس کی طرف سے روح کی تائید انہیں حاصل ہے، انہیں باغات میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہا کریں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ہیں یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں اور یادرکھو اللہ کی جماعت ہی کامیاب رہے گی''۔ درحقیقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے مولانا کا یہ فرمانا ہی بہت بڑی بے باکی اور سخت دلیری ہے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے بھی صاحب موصوف کے خیالات درست نہیں ہیں۔ جبکہ اہل حدیث تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ کی مطابقت میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اور انہیں امت میں سب سے افضل قرار دیتے ہیں۔ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں اعتدال کا راستہ اپناتے ہیں۔ تفصیل کے لیے مطالعہ فرمائیے ''العواصم من القواصم'' اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منہاج السنہ''۔

جبکہ مولانا صاحب اعتدال کے اس راستہ سے ہٹ گئے ہیں۔ بناء بریں ان کی آراء چاہے عقائد کے حوالہ سے ہوں یا فقہی مسائل کے بارے میں، ان کا ذاتی خیال قرار دیا جائے گا۔ ان کے یہ فرمودات فکر اہل حدیث کی ترجمانی نہیں قرار دیے جاسکتے اور نہ ہی وہ خود ایسا سمجھتے تھے۔

---

[1] وحید اللغات، مادہ: عز

جادو جنات

سے بچیں

حافظ عبدالعزیز بٹ [1]

[1] جادو کرنا اور کروانا حرام ہے:

فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾[البقرة:102]

''اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جادو حرام ہے نیز جادو شریعت محمدیہ ہی میں نہیں بلکہ تمام ادیان میں حرام ہے [2]

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

'' اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ۔۔۔الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ '' [3]

[1] مدرس جامعه سلفيه فيصل آباد

[2] تيسير العزيز الحميد:280/2

[3] صحيح البخاري 4/ 10

”تباہ کرنے والی سات چیزوں سے بچو! اللہ کے ساتھ شرک کرنے سے اور جادو کرنے سے“

(2) جادو کرنے والے کا حکم:

الف: اگر جادو جنات وشیاطین کے ذریعے سے کیا جائے اور جادو سیکھتے، سکھاتے ہوئے جنات وشیاطین کے تقرب کے حصول کے لیے ان کی عبادت کی جائے تو یہ اللہ تعالی کے ساتھ شرک ہے۔

ب: اگر جادو دوائیوں اور جڑی بوٹیوں کے ذریعے سے کیا جائے تو یہ ظلم و زیادتی اور کبیرہ گناہ کے زمرے میں آئے گا۔[1]

(3) جادوگر کی سزا:

الف: ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر ان کی باندی نے جادو کیا تھا لہٰذا اُم المؤمنین نے (بطور سزا) اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔[2]

ب: سیدنا بجالہ بن عبدۃ سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک برس پہلے انیس کو یہ خط لکھا کہ ”ہر جادوگر کو قتل کر دیا جائے، تو ہم نے (ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) تین جادوگروں کو قتل کر دیا۔[3]

ج: جندب الخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حد الساحر ضربةٌ بالسیف“ ”جادوگر کی سزا قتل ہے“[4]

(4) جادو کروانے کے مقاصد:

جادو کرنے یا کروانے کے بنیادی مقاصد میں سے تین مندرجہ ذیل ہیں:

الف: میاں بیوی میں لڑائی جھگڑا کروا کر ان کو ایک دوسرے کے لیے اتنا ناپسندیدہ کر دینا کہ نفرت کی انتہاء ہو جائے تا کہ خاوند اور بیوی میں علیحدگی ہو جائے۔

---

[1] القول المفید للعثیمین 489/1

[2] مؤطا امام مالک 444/2

[3] مصنف عبدالرزاق 180/10

[4] جامع ترمذی ،ص:346 موقوف صحیح، الکبائر للذہبی ،ص:18، ط : دارالکتب العربی

فرمانِ باری تعالی: ﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ﴾ [البقرة:102]

''پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں''

ب: مالی اعتبار سے کسی کو نا مستحکم کرنا:

اکثر اوقات احباب اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ نامعلوم طریقے سے ان کے زیورات یا نقدی گم ہو جاتی ہے، یا پھر ان کے کاروبار میں بندش ہے جہاں ان پر پریشانیوں کے دیگر امکانات ہیں وہاں یہ امکان بھی قابل غور ہے کہ شاید کسی شیطان جادوگر یا اس کے کسی چیلے کی کارستانی ہوگی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صدقہ فطر (کے گلے) کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا تو شیطان ایک آدمی کی شکل میں مسلسل تین دن تک گلہ چوری کرنے کے لیے آتا رہا۔[1]

ج: پریشان اور خوفزدہ کرنا:

فرمان باری تعالی ہے:

﴿فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ۝٦٦ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ۝٦٧ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ۝٦٨﴾ [طه 68،67،66]

''اب تو موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ خیال گزرنے لگا کہ ان کی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل ہی دل میں ڈر محسوس کیا۔ ہم نے فرمایا کچھ خوف نہ کر یقیناً تو ہی غالب اور برتر رہے گا۔''

یہ خوفزدگی اور پریشانی صرف موسیٰ علیہ السلام کے لیے نہیں تھی بلکہ تمام حاضرین اس جادوئی تاثیر کی وجہ سے گھبراہٹ اور بے چینی سے دوچار ہو گئے تھے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ﴾ [الاعراف:116]

''پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھایا۔''

---

[1] صحیح بخاری۔ حدیث: 3275

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات روزِروشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے جادو کی وجہ سے انسانی طبیعت پہ جو ناگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے ایک خوف زدہ ہونا اور دوسرا اشیاء کا خوفناک چیزوں کا روپ دھار کر خلاف حقیقت نظر آنا بھی ہے لہٰذا اگر کوئی عالمِ بیماری میں اس بات کا اظہار کرے کہ اسے خوف محسوس ہوتا ہے یا پھر خوفناک چہرے اور ڈراؤنی چیزیں نظر آتی ہیں تو اس کی تردید کرنے کی بجائے اس کی پریشانی کو سمجھنے کی کوشش کریں بلکہ اگر ہوسکے تو اس کے غم میں شریک ہوکر اس کی تکلیف کو کم کرنے کی کوشش کریں۔

5 جادو کی اقسام:

جادو کی بنیادی دو قسمیں ہیں ان کا تذکرہ کرنے کے بعد ہم بقیہ ذیلی اقسام کا بھی تذکرہ کریں گے۔

أ: نظر کا دھوکہ:

جادو کی اس قسم میں انسان کی نظروں کو دھوکا دیا جاتا ہے جس میں حقیقی طور پر تو انسان متاثر نہیں ہوتا مگر انسان کے تخیلات پر گہرا اثر ہوتا ہے اور اشیاء اپنی اصل ماہیت بدل کر خوفناک شکل دھار لیتی ہیں اور اچھا بھلا ذی شعور، بہادر آدمی خوفزدہ ہوجاتا ہے، جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرتے وقت لوگوں اور موسیٰ علیہ السلام کے تخیل پر اثر انداز ہوکر اسی جادو کے زور سے لاٹھیوں اور رسیوں کو سانپوں کی شکل میں تبدیل کردیا جس سے عام لوگ تو ڈرے ہی ڈرے وقتی طور پر موسیٰ علیہ السلام بھی گھبرا گئے۔

شعبدہ بازی اور ہاتھ کی صفائی بھی اسی قبیل سے ہے، لوگوں کی دھوکہ دہی کے لئے اس طرح کے کرتب اور کرشمے کوئی شخص بھی سیکھ سکتا ہے، حتیٰ کہ اب تو مختلف قسم کے کرتب اور شعبدے سیکھنے کی بہت سی کتب بھی مارکیٹ میں دستیاب ہیں، جادو کی اس قسم کو ''مجازی'' بھی کہا جاتا ہے[1]۔

ب: کسی انسان کو حقیقتاً متاثر کرنا:

اس قسم میں انسان کو تکلیف دی جاتی ہے جس کے اثرات بذاتِ خود اپنی ذات میں واضح طور پر محسوس

---

[1] جادو جنات سے بچاؤ کی کتاب، ص:18

کرتا ہے، اسے بیمار کہا جاتا ہے، ڈرایا بھی جاسکتا ہے، جسم کے کسی حصے میں مستقل درد شروع ہوجاتا ہے جو ڈاکٹر حضرات کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے حتیٰ کہ انسان کی موت بھی واقع ہوجاتی ہے اور اس سارے عمل کے لیے ارواح خبیثہ اور جنات وشیاطین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ [1]

اس جادو میں انسان کو دو طرح سے تکلیف دی جاسکتی ہے

(1) چمٹ کر

فرمان باری تعالی ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾

''جو لوگ سود کھاتے ہیں۔ وہ یوں کھڑے ہوں گے۔ جیسے شیطان نے کسی شخص کو چھو کر اسے مخبوط الحواس بنادیا ہو۔'' [البقرة:275]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

"لایقومون من قبورهم یوم القیامة إلا کما یقوم المصروع حال صرعه وتخبط الشیطان له۔[2]

''سود خور روز قیامت اپنی قبروں سے یوں کھڑے ہوں گے جیسے مرگی زدہ اس وقت کھڑا ہوتا ہے جب شیطان اسے چُھو کر پاگل بنادیتا ہے''

اس صورت میں شیطان اور جن وغیرہ انسانی جسم پر قبضہ حاصل کر کے اسے اس حد تک خبطی بنا دیتا ہے کہ انسان کا خود پر بھی کوئی اختیار نہیں رہتا اور وہ دیوانگی میں ایسی حرکات کا ارتکاب کرتا ہے جن کا تندرستی میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا پھر جب اسے اس تکلیف سے نجات ملتی ہے اور اسے ان حرکات کا بتایا جاتا ہے جو اس سے عالم دیوانگی میں سرزد ہوئی ہیں تو سرے سے اس کا انکار کردیتا ہے کہ اس نے ایسا کچھ کیا ہے۔

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طائف کا

---

[1] دیکھیئے: الموسوعة الفقهية الكويتية 262/24

[2] تفسیر ابن کثیر 712/1

گورنر مقرر کیا تو مجھے یوں لگتا کہ نماز میں کوئی چیز چہرے کے سامنے آتی ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ علم نہیں رہتا کہ میں نے نماز میں کیا پڑھا ہے؟ تو جب میں نے ایسا محسوس کیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف رخت سفر باندھا میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! نمازوں میں کوئی چیز میرے سامنے آجاتی ہے اور مجھے علم نہیں رہتا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شیطان ہے، ذرا قریب آؤ'' میں آپ کے قریب ہوکر اپنے پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے ساتھ میرے سینے پر ضرب لگائی اور دم کر کے میرے منہ پر پھونکا اور فرمایا: ''اُخرج عدو اللہ'' اے اللہ کے دشمن نکل جا۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ایسا کہا، پھر فرمایا: ''جاؤ اپنی ذمہ داری انجام دو'' سیدنا عثمان فرماتے ہیں کہ پھر مجھے یہ شکایت نہ رہی[1]۔

اس پریشانی سے بچنے کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ ہم ہر اس کام سے گریز کریں جس کی وجہ سے شیطان ملعون ہمارے رگ وپے میں سرایت کر کے ہمیں تکلیف اور پریشانی سے دوچار کرتا ہے اور ان حالات میں جن میں شیطان انسانی جسم کا کنٹرول حاصل کر لیتا ہے ان سے بچیں، ذیل میں ان حالات کا اجمالی تذکرہ پیش خدمت ہے جن میں انسان آسیب زدگی میں مبتلاء ہوسکتا ہے۔

1. سخت غصے کی حالت
2. سخت خوف کی حالت
3. سخت غفلت کی حالت
4. انتہائی خوشی کی حالت
5. حرام طریقے سے شہوت رانی کی حالت
6. عمداً یا لاشعوری طور پر جنات کو تکلیف پہنچانا[2]

آسیب زدگی کے بعض اسباب:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اکثر یہ چیزیں بغض اور بدلہ لینے کے سبب بھی

---

[1] صحیح سنن ابن ماجه:3548

[2] جادو جنات سے بچاؤ کی کتاب، ص:113

ہوتی ہیں، مثال کے طور پر اگر جنوں کو کوئی انسان تکلیف پہنچادے یا انہیں بدگمانی ہو جائے کہ فلاں انسان نے عمداً ان کو تکلیف پہنچائی ہے یا پہنچا رہا ہے، خواہ ایسا ان میں سے کسی پر پیشاب کرنے کی صورت ہو یا ان پر یا ان کی اولاد میں سے کسی پر گرم پانی پھینکے یا ان میں سے کسی کو قتل کرنے کی شکل میں ہو، حالانکہ وہ انسان اس بات سے سرے سے لاعلم ہی ہو، چونکہ ان میں جہالت کے ساتھ ظلم کرنے کا مزاج بھی ہوتا ہے اسی لیے اکثر وہ اس انسان کو جس سزا کا مستحق سمجھتے ہیں سزا دینے لگ جاتے ہیں، کبھی جنوں کی طرف سے یہ شر بلا وجہ بھی ہوتا ہے۔[1]

(2) چمٹے بغیر

اس صورت میں جنات وغیرہ انسان کو مختلف اذیتیں پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، مثلاً کبھی انسان کی اشیاء چوری ہو جاتی ہیں تو کبھی اسے وسوسوں کے ذریعے مختلف اوہام میں مبتلاء کر کے وہمی بنا دیا جاتا ہے اور کبھی انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی اس کا گلا دبانے کی کوشش کر رہا ہے یا پھر ڈراؤنے خواب آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد جعل الله للشيطان دخولاً في جوف العبد ونفوذاً إلى قلبه وصدره ، فهو يجري منه مجرى الدم ، وقد وكل بالعبد فلايفارقه إلى الممات" [2]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بندے کے جسم اور دل میں داخلے کی قوت وطاقت دے رکھی ہے، جو کہ اس کے جسم میں خون کی مانند چلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے ہر انسان کے ساتھ نتھی کر دیا ہے، موت تک اس سے الگ نہیں ہوتا"۔

۱۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب وسوسوں کی شکایت کی تو نبی ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: " ذاک صریح الایمان" "یہی اصل ایمان ہے"۔

وسوسوں کے متعلق فرمان باری تعالی ہے:

---

[1] جادو کی حقیقت، ص:207، مجموع الفتاوی 19/39، 40

[2] بدائع التفسير : 3/448

﴿الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾[سورة الناس :6-5]

''جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، (خواہ وہ) جنات سے (ہو) یا انسانوں میں سے''

شیاطین الجن کو اللہ تعالی نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قدرت دی ہے علاوہ ازیں ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔[1]

وسوسے کے ذریعے سے شیطان مردود ہنستے بستے گھر اجاڑ دیتا ہے بھائی بھائی کے متعلق بدگمانی کا شکار ہوتا ہے تو ماں کا بیٹی، باپ کا بیٹوں پر اعتماد قائم نہیں رہتا اور تو اور بسا اوقات یہ شکوک وشبہات میاں بیوی کے درمیان اس قدر زور پکڑ جاتے ہیں کہ یہ مثالی محبت کا رشتہ تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کچا دھاگہ ثابت ہوتا ہے اور آن واحد میں اس پائیدار محبت کے تار و پو بکھر جاتے ہیں۔

لوگ وسوسوں کی لپیٹ میں آ کر اپنے ہاتھوں سے اپنا گلشن آگ کے حوالے کر بیٹھتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنی طبیعت کو شگفتہ رکھا کریں، فوری اقدام کی بجائے مثبت انداز میں سوچتے ہوئے بات کو آگے بڑھایا جائے اور اگر فریق ثانی زیادہ غیض وغضب کا مظاہرہ کرے تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے خاموشی اختیار کر کے بات کو مناسب انداز میں ختم کر دیا جائے، یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وسوسوں سے گھبراہٹ میں مبتلا ہونے کی بجائے نبوی تعلیمات کے ذریعے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ وسوسوں کا آنا انسان کے ایمان کی دلیل ہے، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کتاب الایمان میں اسی موضوع کے حوالے سے رقمطراز ہیں: ''طالب علم اور عبادت گزار لوگوں کو ایسے وسوسے اور شبہات آتے ہیں جو دوسرے لوگوں کو پیش نہیں آتے کیونکہ دوسرے لوگ تو اللہ تعالی کی شریعت اور اس کے راستے پر چلتے ہی نہیں ہیں بلکہ وہ تو اپنے رب سے غافل ہو کر خواہشاتِ نفس کے پجاری بن گئے ہوتے ہیں اور یہی شیطان کا مطلوب ومقصود ہے، لیکن اس کے بر عکس جو لوگ علم وعبادت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، شیطان ان کا دشمن ہے اور وہ انہیں اللہ تعالی سے دور لے جانا چاہتا ہے''[2]۔

لہٰذا جب بھی کسی کو پریشان کن خیالات ستائیں تو لاپرواہی یا بے احتیاطی کی بجائے ان شیطانی

---

[1] تفسیر احسن البیان۔1757 دیکھئے تفسیر ابن کثیر : 539/8

[2] فتاوی ارکان الاسلام للعثیمین، ص:46، اردو

وساوس کو دور کرنے کی فکر کرنا چاہیے، ذیل میں ان چند باتوں کی تذکرہ کیا جاتا ہے کہ جن کے ذریعے انسان وسوسوں سے باآسانی چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے۔

1 وسوسوں کی طرف بالکل دھیان نہ دیا جائے۔

2 اگر وساوس زیادہ ستائیں تو اہل علم کی طرف رجوع کیا جائے۔

3 سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کی بکثرت تلاوت کی جائے۔

4 ایسے تمام خواتین وحضرات کی مجلس نشینی سے گریز کیا جائے جو اپنے ناز وانداز سے انسان کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں کیونکہ جس طرح شیطان وسوسے ڈالتا ہے انسان بھی اس بری حرکت کا مرتکب ہوسکتا ہے۔

جادو کی دیگر اقسام:

1: علم نجوم: فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُومِ، اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ ''[1]

''جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھ لیا، پھر جتنا زیادہ علم نجوم سیکھتا جائے گا اسی قدر جادو میں اضافہ ہوتا جائے گا''

عام طور پر ہمارے معاشرے میں جاہل لوگ ستارہ شناس حضرات کو بڑی حیرت واستعجاب سے دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں اور ان کی شیطانی خبروں کو سن کر بڑی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ نجومی حضرات کی اپنی زندگی انتہائی غیر مطمئن اور گھٹن زدہ ہوتی ہے، محترم ڈاکٹر صفدر محمود صاحب اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

''علم نجوم یا علم جفر کا ماہر ہونا بعض اوقات انسان کے لیے عذاب اور وبال کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ طویل عرصہ قبل میں اپنے بے تکلف دوست چوہدری سردار محمد آئی جی پولیس پنجاب کے دفتر میں بیٹھا تھا تو ان سے ملنے ان کا ایک دیرینہ شناسا آیا جس کا تعلق سرگودھا کے کسی

---

[1] سنن ابن ماجہ :2/ 1228

دیہات سے تھا، اس کے نام کی چٹ دیکھ کر جب چوہدری صاحب نے اسے اندر بلایا تو مجھے بتایا کہ یہ ملاقاتی علم نجوم اور علم جفر کا ماہر ہے اور جو کچھ بتاتا ہے صحیح نکلتا ہے، وہ شخص آیا اور کرسی پر بیٹھ کر دو چار باتیں کرنے کے بعد رونے لگا، چوہدری صاحب نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ ''چوہدری صاحب میں آپ سے آخری دفعہ ملنے آیا ہوں، میرے حساب کے مطابق میں اپنے آپ کو چند دنوں کے بعد دنیا میں نہیں دیکھتا، میرا دانہ پانی ختم ہو چکا ہے، کوئی پانچ چھ روز بعد چوہدری صاحب نے مجھے بتایا کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا ہے۔اس طرح کے بہت سے واقعات کا میں عینی شاہد ہوں کہ کسی پامسٹ، علم نجوم کے ماہر نے جو کچھ بتایا وہ صحیح نکلا لیکن یاد رکھیں یہ نہ ہی روحانیت ہے اور نہ ہی اولیاء کرام کا وطیرہ''[1]

علم نجوم بھی جادو کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جس میں نجومی حضرات چاند ستاروں کی گردش وغیرہ سے زمینی حوادث اور دیگر امور کی پیشین گوئیاں کرتے ہیں مثلاً کبھی وہ کہیں گے کہ اگر فلاں ستارہ طلوع ہوا تو کسی کی موت ہوگی یا خشک سالی یا بارش و برسات کا سلسلہ ہوگا، اور اگر فلاں ستارہ فلاں وقت میں نمودار ہوا تو اشیاء مہنگی یا سستی ہوجائیں گی۔[2]

بنیادی طور پر نجومیوں کا علم اور ان کے دعوے چار نکات میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔

1. اٹکل پچو
2. علم غیب کا دعویٰ
3. کہانت اور جادو سے مدد
4. چالاکیاں اور تضاد بیانیاں[3]

---

[1] روزنامہ جنگ، اشاعت: بروز اتوار بتاریخ 22-2-2015

[2] السحر و الشعوذة للفوزان، ص:445، تحت مجموعة رسائل دعوية ومنهجية

[3] دیکھئے جنات کا پوسٹ مارٹم، ص:176تا 183

علم نجوم کا حکم:

اگراس علم سے غیب دانی کا دعویٰ مقصود ہواور حوادث زمانہ اور تغیرات ارضی کے وقوع پذیر ہونے کا دعویٰ کیا جائے تو یہ حرام اور کفر ہے، کیونکہ اس میں دعویٰ غیب ہے اور اللہ تعالی کے سوا کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے، اور اگر اس کے سیکھنے سکھانے کا مقصد سورج کا طلوع وغروب ہونا اور زوال وغیرہ یا قبلہ وکعبہ کا تعین ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں ہے [1]۔

2 گرہوں میں پھونکنا:

فرمان باری تعالی ہے:﴿وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الۡعُقَدِ﴾[سورة الفلق:4]

''اور گنڈوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے''

گرہ میں پھونک مارنے کا کام عموماً جادوگر کیا کرتے ہیں اور جو لوگ موم کے پُتلے بنا کر اس میں سوئیاں چبھوتے ہیں اور کسی کے بال حاصل کرکے ان میں گرہیں لگاتے ہیں، اور پھونکیں مارتے ہیں سب جادو گروں کے حکم میں داخل ہیں اور ہمارے ہاں ایسے لوگوں کو جادوگر نہیں بلکہ عامل کہا جاتا ہے [2]

اس سے مراد جادو کا کالا عمل کرنے والے مرد وعورت دونوں ہیں [3]

ان کے شر سے خاص طور پر پناہ مانگنے کی تلقین اس لیے کی گئی ہے کہ وہ چھپ کر وار کرتے ہیں، انسان کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ اسے تکلیف کیوں ہے وہ بیماری سمجھ کر علاج معالجہ میں لگا رہتا ہے اور تکلیف بڑھتی جاتی ہے۔ [4]

حکم:

یہ صریح کفر ہے۔ [5]

---

[1] دیکھئے : معالم السنن للخطابی4/217

[2] تیسر القرآن4/714

[3] تفسیراحسن البیان،ص:1755

[4] تفسیر القرآن الکریم، مولف عبدالسلام بھٹوی،4/1025

[5] السحر والشعوذة،ص:448

3۔ جادو بیانی:

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

"إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا"[1]

"بعض بیان جادوئی تاثیر رکھتے ہیں"

اسے جادو اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ گفتگو کا انداز بھی جادوگر کی طرح دل پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے[2]

جادو کی اس قسم کو "عطف" اور "صرف" بھی کہا جاتا ہے[3]

حکم:

اگر کوئی اس خوبی کو دین حق کی ترویج و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے لیے استعمال کرے تو یہ قابل تعریف بلکہ اس کا استعمال لازمی اور ضروری ہے لیکن اگر اس کا استعمال حق کی تردید اور جھوٹ کو سچا بنا کر پیش کرنے میں ہو تو بلاشبہ یہ حرام اور ممنوع ہے۔

4- چغل خوری:

احادیث میں چغل خور کے لیے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔

الف۔قتّات

ب۔نمّام

قتات اس چغل خور کو کہتے ہیں جو کن سوئیاں لیتا ہے۔[4]

اور نمام اس چغل خور کو کہتے ہیں جو لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑا کروانے کے لیے غیبت کرتا ہے۔[5]

شریعت اسلامیہ نے دونوں طرح کی غیبت کی ممانعت کی ہے مگر قرآن کریم میں "نمام" کے متعلق بہت سخت لفظ استعمال کیے گئے ہیں جس سے اس کی برائی اور شناعت واضح ہوتی ہے، فرمان باری ہے:

---

[1] صحيح البخاري: 7/ 19

[2] تيسيرالعزيز الحميد 716/2

[3] القول المفيد للعثيمين 528/1

[4] النهايه 413/2 [5] النهايه 798/2

﴿وَلَا تُطِعۡ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ، هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ، مَّنَّاعٍ لِّلۡخَيۡرِ مُعۡتَدٍ أَثِيمٍ﴾ [1]

''اور کسی ایسے شخص کے کہے میں نہ آجانا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہے، طعن آمیز اشارتیں کرنے والا چغلیاں لیے پھرنے والا''

فرمان نبوی ﷺ ہے: "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ" [2]

''کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ سخت قبیح چیز کیا ہے وہ چغلی ہے جو لوگوں کے درمیان نفرت اور دشمنی پھیلاتی ہے''

اس کو جادو اس لیے کہا گیا ہے کہ چغل خور کا مقصد بھی جادوگر کی طرح غلط فہمیاں پھیلا کر دوستوں اور پیاروں کے درمیان تفریق کروانا ہے بلکہ لڑائی جھگڑا کروانے میں چغل خور جادوگر سے بھی دو ہاتھ آگے ہے کیونکہ جادوگر کو لوگوں کے درمیان لڑائی جھگڑا اور فساد کروانے میں بہت سارے شرکیہ اور گندے مراحل طے کرنے پڑتے ہیں پھر کہیں جا کر وہ ایسا عمل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے جس کا نتیجہ بغض وعداوت اور احباب میں علیحدگی ہے مگر لگائی بجھائی کا ماہر یہ چغل خور چند لمحوں میں ایسی فسوں کاری کرتا ہے کہ ہنستا بستا گھر اس کی اس خباثت اور شیطانی کی وجہ سے چند لمحوں میں اجڑ جاتا ہے، اسی لیے امام یحیٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

"يفسد النمام والكذاب في ساعة مالايفسد الساحر في سنة" [3]

ترجمہ: چغل خور اور جھوٹا شخص ایک لمحے میں وہ فساد بپا کرا دیتا ہے جو فساد جادوگر پورا سال لگا کر نہیں کر سکتا''۔

حکم: ''یہ حرام اور کبیرہ گناہ ہے'' [4]

جادو کروانے کا سبب؟

اس کا ایک ہی سبب حسد ہے، حاسد کسی کی خوبی، مال ودولت، حسن وجمال یا ترقی برداشت نہیں

[1] القلم:10-12

[2] صحیح مسلم 4/ 2012

[3] تیسیر العزیز الحمید،713/2

[4] المنهاج للنووی-374/16

کرسکتا لہٰذا جب محسوس کرتا ہے کہ خوبیاں اس کی قوت برداشت سے باہر ہوجاتی ہیں تو وہ انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے اس شخص پر جادو کروادیتا ہے جس سے اسے حسد ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ: ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾ [الفلق :5]

''اور حسد کرنے والے کی برائی سے جب حسد کرنے لگے''

یہودی لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول برحق ہیں، ایمان نہ لائے تو اس کا باعث بھی یہی حسد تھا۔ اور یہی حسد تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کردیا۔ گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر کے پیچھے بھی عموماً حسد ہی کا جذبہ چھپا ہوتا ہے، اس لیے ان کے شر کے بعد حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی [1]۔

حاسد کے شر سے کیسے بچیں:

حاسد کے شر اور شرارت سے بچنے کا ایک طریقہ تو اللہ رب العالمین نے سورۃ فلق میں بتادیا ہے کہ انسان حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اس کے علاوہ بھی کچھ طریقے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں جو کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ سے منقول ہیں۔

1. اللہ پر کامل بھروسہ رکھا جائے کہ جب تک اللہ نہ چاہے گا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔
2. حاسد کی کڑوی کسیلی اور تلخ باتوں پر صبر کیا جائے اور اس کی ذہنی حالت پر افسوس کرتے ہوئے اس کے خلاف کسی قسم کی کاروائی سے مکمل گریز کریں۔
3. تقویٰ کے زیور سے آراستہ رہیں۔
4. حاسد کی فکر سے اپنے دل کو خالی رکھیں اور اس کے متعلق بالکل نہ سوچیں، اسے ایسے نظر انداز کریں کہ گویا وہ ہے ہی نہیں۔
5. حاسد کو اگر کسی معاملے میں آپ کی مدد کی ضرورت پیش آئے تو دل کھول کر اس کا تعاون کریں (یہ سب سے عمدہ علاج ہے)
6. صدقہ وخیرات اور نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیونکہ صدقہ وخیرات اور خدمت خلق

---

[1] تفسیرالقرآن العظیم 1027/4

کرنے سے اللہ تعالی انسان کی مشکلات دور کر دیتا ہے۔

7 عقیدہ توحید پر کاربند رہیں اور شرک و بدعت سے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو بچائے رکھیں [1]

حسد کا علاج:

حسد ایک ایسی بیماری ہے کہ جس سے شاید ہی کوئی محفوظ ہو، ہر انسان کے دل میں کسی سے متعلق حاسدانہ خیالات جنم لیتے رہتے ہیں، بعض سلف کا قول ہے:

"لایخلوجسد من حسد ولکن اللئیم یبدیه والکریم یخفیه" [2]

''کوئی جسم بھی حسد سے خالی نہیں صرف فرق یہ ہے کہ گھٹیا انسان (اپنی حرکتوں سے) اسے ظاہر کر دیتا ہے اور شریف آدمی اسے چھپا لیتا ہے''

اگر کسی کے دل میں کسی کے بارے میں حسد جیسے برے خیالات ہیں اور وہ واقعی میں اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ مندرجہ ذیل دو باتوں کو حرز جاں بنا لے اللہ کی رحمت سے بڑی امید ہے کہ یہ دو ضابطے اس کی زندگی میں مثبت تبدیلی لانے کا باعث ہوں گے اور وہ بھی خوش و خرم زندگی گزارے گا۔

1 قناعت کرنا سیکھیں اور اس بات پہ مکمل یقین رکھیں کہ اللہ تعالی نے جو ہمیں عطا کیا ہے وہ ہماری اوقات سے بڑھ کر ہے اور جو ہمیں نہیں دیا اس کا نہ ملنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔

2 ایسا انسان جو حسد کی بیماری میں مبتلا ہے اسے چاہیے کہ وہ حسد کے گناہ اور نقصانات کے بارے میں مسلسل سوچے اور دیکھے کہ اس میں کہیں وہ یہودیوں کی مشابہت تو نہیں کر رہا؟ اور یہ بھی کہ حسد کرنا تو اللہ تعالی پر اعتراض ہے گویا حاسد زبان حال سے اللہ تعالی پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ کی تقسیم معاذ اللہ غلط ہے اور اس نعمت کا حقدار وہ انسان نہیں بلکہ میں ہوں [3]۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں، بدائع التفسیر 3 / 427-435

[2] الإيمان بالقضاء والقدر، ص:229

[3] كتاب العلم للعثيمين، ص:298

حاسد کی علامات:

1-محسود کو دیکھتے ہی حاسد کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور اس کا ہنستا خوشگوار چہرہ یک لخت تاریک ہو جاتا ہے۔
2-حاسد شخص ہمیشہ اللہ کی تقدیر سے نالاں اور برہم رہتا ہے۔
3-حاسد اگر پوری دنیا کے خزانوں کا مالک بن جائے تب بھی شکوہ ہی کرتا رہے گا اور اللہ بچائے کہ وہ اللہ کا شکر کم ہی ادا کرتا ہے۔
4-حاسد جس سے حسد کرتا ہے اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی تلاش میں رہتا ہے اور انہیں مجالس میں بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔
5-محسود کی خوبیوں اور اچھائیوں کو چھپاتا ہے ان کے بارے میں جان بوجھ کر انجان بنا رہتا ہے اور لوگوں میں انہیں معمولی بنا کر پیش کرتا ہے۔
6-حاسد زیادہ دیر تک خاموش نہیں رہ سکتا وہ محسود کے کلام کا جواب تو ہنستے ہوئے مزاحیہ انداز میں دیتا ہے لیکن اس کے دل کا بھرپور کینہ اور بغض اس کی نظروں سے واضح ہوتا ہے۔
7-حاسد محسود پر ہر وقت بادلیل و بے دلیل واضح طور پر رسوا کن تنقید کرتا رہتا ہے۔
8-حاسد ہر وقت موقع کی تلاش میں رہتا ہے وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا کہ جس میں محسود کو جانی یا مالی نقصان سے دوچار کیا جا سکتا ہو۔
9-آخری بات یہ ہے کہ حاسد کا خون ہر وقت کھولتا رہتا ہے، وہ ایک پریشان طبیعت شخص ہوتا ہے، ذلت اور بدحالی ہر وقت اس کے چہرے پر چھائی رہتی ہے [1]۔

جادوگر کی علامات:

1-مریض سے اس کا اور اس کی والدہ کا نام پوچھنا۔
2-مریض سے اس کی استعمال شدہ اشیاء مثلاً کنگھی، کپڑے اور بال طلب کرنا۔

---

[1] جادو اور آسیب کا کامیاب علاج،ص:284-285

3-مخصوص صفات کا جانور طلب کرنا مثلاً یہ کہ سیاہ رنگ کا جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کریں پھر اس ذبح شدہ جانور کے خون کو مریض کے جسم پر ملے یا پھر اس ذبح شدہ جانور کو غیر آباد جگہ پھینکنے کا کہے۔

4-طلسمات کا لکھنا جس میں کبھی تیر، حروف مقطعات، برجوں کی شکلیں یا ستاروں کے نام لکھے ہوئے ہوں۔

5-علاج کے وقت ابتدا میں قرآن کی تلاوت کرنا مگر پھر دوران علاج نامعلوم اور سمجھ میں نہ آنے والے جملوں کا اس طرح ورد کرنا کہ مسحور کو ان کی سمجھ نہ آئے۔

6-مسحور کو کہنا کہ خاص مدت تک لوگوں سے الگ تھلگ ایسے مقام یا کمرے میں رہے جہاں سورج کی روشنی تک نہ آنے پائے۔

7-مسحور کو کہنا کہ مخصوص مدت تک پانی نہ چھوئے اور گندہ رہے، نیز مسحور کو کہنا کہ گلے میں صلیب لٹکا کر رکھے، صلیب لٹکانے کا کہنا اس بات کی علامت ہے کہ اس جادوگر کا موکل جن عیسائی ہے۔

8-مریض کو کچھ چیزیں دے کر کہنا کہ انہیں زمین میں جا کر دفن کر دے۔

9-مریض کو کچھ اوراق دے کر کہنا کہ انہیں جلا کر راکھ کر دے۔

10-مسحور کو نقش شدہ برتن دینا اور کہنا کہ ان میں پانی گھول کر پیو[1]

کاہن کی علامات

1-کسی نابالغ بچے کو سامنے بٹھا کر اس کے ناخن پر سیاہی لگا دیتے ہیں پھر اس میں مختلف شکلیں دکھانے کا دعوی کر کے لوگوں کو فریب دیا جاتا ہے۔

2-مریض کے کسی کپڑے کی پیمائش کی جاتی ہے پھر اس کے کم وبیش ہونے کی صورت میں بیماری، آسیب یا سایہ وغیرہ سے مطلع کیا جاتا ہے۔

3-پانی دم کر کے پلایا جاتا ہے پھر اس کے ذائقہ کی تبدیلی کے بہانے مختلف بیماریوں یا جن بھوت کے اثر انداز ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے۔

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: الحذر من السحر للدکتور الجریسی، ص187تا191) نیز: 500 سوال وجواب برائے جادو وجنات، ص:273

4-کسی پرندے یا طوطے وغیرہ سے پرچی نکالی جاتی ہے پھر اس پر تحریر شدہ عبارت کی روشنی میں متاثرہ لوگوں کی قسمت بتائی جاتی ہے[1]۔

مسحور کی علامات:

کسی بھی بیماری کے علاج سے پہلے اصل اور بنیادی چیز مرض کی تشخیص ہے چونکہ جادو بھی ایک بیماری ہے لہٰذا از حد ضروری ہے کہ علاج معالجے سے پہلے مرض کی اچھی طرح تشخیص کر لی جائے اور ان علامات کا بغور جائزہ لیا جائے جن کی روشنی میں اس بات کا تعین ہو سکے کہ واقعی یہ معاملہ جادو کا ہی ہے، مسحور کی علامات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

أ: حالت بیداری کی علامات

ب: حالت نیند کی علامات

أ: حالت بیداری کی علامات:

1-کسی سبب کے بغیر گر جانا

2-اللہ کے ذکر سے رُکنا اور بدکنا

3-کسی سبب کے بغیر سر درد ہونا

4-آواز کا کمزور ہونا

5-سستی اور رنجیدگی[2]

6-ایسی بے ہوشی جس کا کوئی طبی سبب نہ ہو۔

7-جسم کے کسی عضو کا ایسا شل ہو جانا جس کا کوئی طبی سبب نہ ہو۔

8-بہت جلد غصہ ہونا اور بغیر کسی واضح سبب کے رونا۔

9-عورتوں کی ماہواری میں بے قاعدگی۔

---

[1] فتاویٰ اصحاب الحدیث۔4/447،448

[2] 500 سوال برائے جادو و جنات: ص381

10 لڑکی یا لڑکے کی منگنی کا بار بار ٹوٹ جانا یا ہمبستری کے وقت عورت کا انتہائی گھٹن محسوس کرنا[1]۔

11- کسی دوسرے کا کوئی عذر قبول نہ کرنا۔

12- چھوٹے سے اختلاف کو پہاڑ جیسا تصور کرنا۔

13- کسی خاص جگہ پر بے چینی ، خوف یا گھبراہٹ محسوس ہونے لگنا اور وہاں سے کہیں اور جانے پر اطمینان محسوس ہونا۔

14- شوہر یا بیوی میں ہمبستری کی خواہش کا ختم ہوجانا[2]۔

15- اس میں عام آدمی کی طاقت کی بجائے کئی گنا زیادہ طاقت کا پایا جانا۔

16- مریض کو دورے کو وقت مارا پیٹا جائے تو اسے اس وقت اور بعد میں بھی کوئی تکلیف محسوس نہ ہونا۔

17- ہوش وحواس برقرار ہونے کے بعد مریض اپنے بارے میں مذکورہ بالا علامات کا انکار کرتا ہو۔

18- بعض دفعہ مریض کی آنکھیں پتھرا جاتی ہوں اور انہیں بند کرنا مشکل ہوجاتا ہو۔

19- بسا اوقات مریض ذہنی انتشار کی کیفیت محسوس کرتا ہو۔

20- مریض ہوش وحواس کی حالت میں بھی صفائی اور پاکیزگی کو نظرانداز کرنے لگے[3]

21- آنکھوں کا انگاروں کی طرح سرخ ہوجانا۔

22- جنوں کا اپنا نام بتانا۔

23- اجنبی زبان میں باتیں کرنا۔

24- ڈر کر چھپنا[4]۔

25 بھول جانے کی بیماری لاحق ہوجانا۔

---

[1] جادو اور آسیب کا کامیاب علاج: ص93

[2] جنات سے بچاؤ کی کتاب: ص59-60

[3] جنات کا پوسٹمارٹم۔ص:412

[4] جادو کی حقیقت، ص:206

26-جسمانی رنگت کا تبدیل ہو جانا، خصوصا چہرے کا رنگ سیاہ پڑ جائے[1]۔

ب: حالت نیند کی علامات:

1-خوفناک خواب (آنا)[2]

2-خواب میں بلندی سے نیچے گرنا، عجیب وغریب قسم کے انسانوں اور سانپوں کا دیکھنا۔

3-بے خوابی، بے چینی اور نیند کی حالت میں گھبرا کر اٹھنا[3]۔

4-نیند کی حالت میں بلند آواز سے باتیں کرنا یا سسکنا اور آہیں بھرنا[4]۔

5-گلے کا گھٹنا۔

6-دانت کاٹنا۔

7-نیند میں ہنسنا۔

8-دوران نیند چلنا، یا بولنا[5]۔

9-خواب میں گندی چیزیں دکھائی دیتی ہوں۔

10-سوتے وقت بار بار ڈر جانے کی کیفیت پیدا ہوتی ہو۔

11-مریض کو تھکاوٹ اور نیند کی ضرورت کے باوجود گھنٹوں نیند نہ آتی ہو۔

12-خواب میں ہیولے، سائے وغیرہ نظر آتے ہوں[6]

تنبیہ: اگر کسی کو ان عوارض و حالات میں سے کوئی چیز پیش آجائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے جن لگ گیا ہے، اس لیے قرآن کے ذریعے دم کیے بغیر کوئی شخص یہ فیصلہ نہیں کر سکتا ہے کہ فلاں شخص

---

[1] الحذر من السحر، ص:192

[2] جادو کی حقیقت اور اس کا علاج، ص:60

[3] جادو اور آسیب کا کامیاب علاج، ص:93

[4] جادو اور آسیب کا کامیاب علاج، ص:93

[5] 500 سوال وجواب برائے جادو و جنات: ص381

[6] جنات کا پوسٹمارٹم: ص413

پر جن کا اثر ہے کیونکہ مذکورہ عوارض وحالات جن لگنے کے لیے قطعی دلیل کی حیثیت نہیں رکھتے [1]۔
لہٰذا مریض کو چاہیے کہ اگر جسمانی حصوں میں تکلیف محسوس کرے تو بطور احتیاط اس مرض کے خصوصی معالج سے ضرور رابطہ کرے، کیونکہ ہوسکتا ہے اسے روحانی علاج کی بجائے طبی علاج کی ضرورت ہو [2]۔

جادو کا علاج کرانا

جادو بھی چونکہ دیگر بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے لہٰذا دیگر امراض کی طرح اس مرض کا علاج بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"تَدَاوَوْا، فإِنَّ الله عزَّ وجلَّ لم يَضَعْ دَاءً إلا وضع له دَوَاءً غيرَ داءٍ واحدٍ الهَرَمُ"
ترجمہ: ''علاج معالجہ کروایا کرو کیونکہ اللہ تعالی نے کوئی بیماری ایسی نہیں اتاری جس کی دوا نہ اتاری ہو سوائے ایک بیماری بڑھاپے کے''۔ [3]

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علاج معالجہ کرنا مسنون بلکہ بسا اوقات لازمی اور ضروری ہوجاتا ہے اور اگر مریض علاج معالجے میں سستی کرے تو زبردستی بھی اس کا علاج معالجہ کروایا جاسکتا ہے، لہٰذا جس طرح دیگر بیماریوں کا علاج کروانا چاہیے اسی طرح جادو کو بھی بیماری سمجھتے ہوئے اس کا علاج کروانا لازمی وضروری ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ روحانی بیماری ہے جس کا علاج بھی روحانیت سے ہی ممکن ہے، ذیل میں جادو کے علاج معالجے سے متعلق کچھ گذارشات پیشِ خدمت ہیں۔

روحانی معالج کی صفات

جادو کا علاج معالجہ کرنے کے لیے معالج میں کچھ صفات کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر معالج ان

---

[1] جادو اور آسیب کا کامیاب علاج: ص93

[2] الحذر من السحر، ص:193

[3] سنن أبي داود تحقيق الأرنؤوط 6/ 5

صفات کا حامل نہ ہوا تو خدشہ ہے کہ معاملہ درست سمت میں جانے کی بجائے الٹا نقصان اٹھانا پڑ جائے، کیونکہ اگر معالج علم وعمل میں پختہ نہ ہوگا تو شیطان اگلی مرتبہ مزید قوت سے وار کرے گا۔

ذیل میں ان صفات کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1-علم 2-تجربہ 3-زہد وتقویٰ، 4-راز کی حفاظت، 5-نفسیاتی امراض کا علم[1]۔

6-مریض کی جسمانی قوت، بدن کے طبیعی مزاج وعادات، مختلف طرقِ علاج اور ان کے ردودِ عمل وغیرہ سے بخوبی واقف ہو۔

7-روحانی علاج کے سلسلے میں معالج کسی ایسے طریقہ علاج کو اختیار نہ کرے کہ جسے وہ مشکوک یا واضح طور پر حرام سمجھتا ہو۔

8-روحانی معالج علاج معالجہ کے دوران یا اس کے علاوہ عام حالات میں بذات خود جادو و جنات وغیرہ سے خوفزدہ نہ رہتا ہو[2]۔

9-سلف صالحین کے عقیدے پر ہو۔

10-بدعتی نہ ہو۔

11-اپنے قول وعمل میں توحید خالص کو ثابت کرنے والا ہو[3]۔

12-علاج سے پہلے باوضو ہو جائے۔اور اگر نماز کا وقت ہو تو پہلے نماز ادا کرے۔

13- اپنا جسم اور لباس بھی ہر صورت پاک رکھے[4]

جادو کا بذریعہ جادو علاج؟

ضرورت مند انسان مجبور ہوتا ہے اور اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے ہر قسم کا حربہ استعمال کرنے

---

[1] جادو اور آسیب کا کامیاب علاج، ص:94-95

[2] جنات کا پوسٹمارٹم، ص:366

[3] 500 سوال وجواب برائے جادو وجنات، ص:124

[4] جادو جنات سے بچاؤ کی کتاب: ص124

میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا۔لیکن ایک مسلمان کے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ اپنے مصائب کے حل کے لیے حلال اور جائز طریقے اختیار کرے، عام طور پر دیکھنے اور سننے میں آتا ہے کہ لوگ جادوٹونا کے علاج کے لئے نام نہاد پیروں، فقیروں اور جعلی عاملوں اور غیر مسلموں سے رابطہ کرتے ہیں۔تجربے اور مشاہدے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں لوگوں کو صحت بھی ملی اور جادو وغیرہ سے نجات حاصل کر چکے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ناجائز اور حرام ہے لہٰذا جادو کا علاج بذیعہ جادو نہیں کرایا جاسکتا ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''النشرہ'' (جادو کا علاج بذریعہ جادو) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ((من عمل الشيطان))[1]

ترجمہ: یہ شیطانی کاموں میں سے ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے متعلق فرماتے ہیں:

''كانوا يكرهون التمائم والرقى والنشر''[2]

ترجمہ: یہ تمام حضرات تعویذ، شرکیہ دم درود اور جادو کا، جادو کے ذریعے سے علاج کرنے کو انتہائی ناپسند کرتے تھے۔

اور نشرہ کی ہر دو قسموں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں ''سحر شدہ کو جادو سے نجات دلانے کے لیے عمل کرنے کو نشرہ کہا جاتا ہے، اس کی دو اقسام ہیں۔

1- جادو کا بذریعہ جادو علاج کرنا، یہ شیطانی عمل ہے کیونکہ جادو کرنا شیطان کا کام ہے، لہٰذا مسحور کو جادو سے نجات دلانے کے لیے جادو کا علاج بذریعہ جادو کرنے والا جادوگر کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ہر وہ غلط کام کرتا ہے جو شیطان چاہتا ہے۔

2- نشرہ کی دوسری قسم وہ ہے جو کہ دم درود، دعاؤں اور جائز دواؤں سے کیا جاتا ہے، یہ جائز ہے[3]۔

---

[1] مسند احمد 293/3، حسن، فتح الباری 323/10، السلسلة الصحيحة، 612/6،2:2760)

[2] مصنف ابن ابی شیبہ:23818

[3] اعلام الموقعين 6/558 مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: اعلام الحائر بحكم حل السحر على يد الساحر، لمحمد بن عبدالله الامام

جادو کا شرعی علاج:

جادوٹونے کا شرعی علاج مندرجہ ذیل طریقوں سے کیا جا سکتا ہے، ان طریقوں کے استعمال سے اللہ کے فضل وکرم سے مریض نہ صرف صحت یاب ہوگا بلکہ وہ نہایت خوش وخرم زندگی بسر کرے گا۔

بذریعہ دم:

دم کے ذریعے جادو کا علاج کرنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں ہی درست اور جائز ہیں۔

الف: بذات خود دم کرنا:

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جسم میں تکلیف کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا ہاتھ جسم کے اس حصے پر رکھ کر جس میں تم تکلیف محسوس کرتے ہو اور تین مرتبہ ''بسم اللہ'' کہو اور سات مرتبہ یہ کلمات کہو

''أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ''[1]

ترجمہ: ''میں اللہ تعالی کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ میں آتا ہوں اس چیز کے شر سے جسے میں محسوس کرتا ہوں اور جس کا مجھے اندیشہ ہے''

اور مسلم ہی کی دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایک نصیحت فرمائی

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''فَفَعَلْتُ فَأَذْهَبَ اللهُ مَا كَانَ بِي''[2]

ترجمہ: ''میں نے اسی طرح (دم) کیا تو اللہ نے یہ تکلیف مجھ سے دور کردی۔

ب: کسی دوسرے کا مریض کو بغیر کہے دم کرنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ کے ذریعے دم کیا کرتے تھے:

''بِاسْمِ اللهِ يُبْرِيكَ، وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ''[3]

---

[1] السنن الكبرى للنسائي 7/ 76

[2] السنن الكبرى للنسائي 7/ 76 [3] صحيح مسلم 4/ 1718

ترجمہ: اللہ کے نام کی برکت سے شروع کرتا ہوں کہ آپ کو صحتیابی سے نوازے، ہر بیماری سے شفا دے ہر حسد کرنے والے کے حسد کے شر سے اللہ آپ کو محفوظ رکھے اور ہر ایک کی نظر سے آپ کی حفاظت فرمائے۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا، ''نبی کریم حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے اللہ تعالی کی پناہ طلب کیا کرتے تھے اور ساتھ فرماتے ،تمہارے باپ (یعنی جد امجد) ابراہیم علیہ السلام ان (کلمات) کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے (اللہ تعالی کی) پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

" أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ"

ترجمہ: میں اللہ تعالی کے کامل تاثیر والے کلمات کے ساتھ ہر ایک شیطان ہر زہریلے جانور اور ہر نقصان دینے والی نظر بد سے پناہ طلب کرتا ہوں۔''[1]

ج: کسی سے دم کروانا:

خارجہ بن صلت اپنے چچا سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد عرب کے ایک محلے میں پہنچے، اس محلے کے لوگوں نے کہا ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خیر و برکت لے کر آئے ہو کیا تمہارے پاس کوئی دوا یا دم ہے کیونکہ ہمارے پاس ایک آسیب زدہ شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے!، ہم نے کہا کہاں ہے؟ چنانچہ وہ اس شخص کو لے آئے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا خارجہ کے چچا کہتے ہیں کہ: ''میں نے تین دن اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا، میں اپنے تھوک کو اکٹھا کر کے اس پر تھوکتا رہا گویا وہ پہلے بندھا ہوا تھا جس سے اس کو آزادی حاصل ہوگئی ان لوگوں نے مجھے مزدوری دی میں نے (لینے سے) انکار کر دیا جب تک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت نہ کرلوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''كُلْ فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ '' [2]

---

[1] صحيح البخاري 4/ 147

[2] مسند أبي داود الطيالسي 2/ 701

ترجمہ: تو اسے کھا سکتا ہے، مجھے اپنی زندگی کی قسم! کچھ وہ لوگ ہیں جو غلط دم کر کے کھاتے ہیں لیکن تو نے صحیح دم کر کے کھایا۔

ٹیلی فون کے ذریعے دم کرنے کا حکم؟

ضروری ہے کہ مریض پر دم بلا واسطہ اور براہ راست ہو، چنانچہ لاؤڈ اسپیکر یا ٹیلی فون کے ذریعے دم کرنا صحیح اور درست نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ دم، آپ ﷺ کے اصحاب کے طریقے اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں (تابعین اور اتباع تابعین وغیرہ) کے طریقۂ دم کے خلاف ہے[1]۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیاطین و حاسدین کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ و سلم

[1] 500 سوال جواب برائے صحت وعلاج، ص:296

حوثی

زیدی ہیں یا رافضی؟

تاریخی و زمینی حقائق سے پردہ اٹھاتی ایک ہوشربا تحریر

اسرار بصری

یمن میں جاری حالیہ جنگ وجدال میں شریک گروہ ''حوثی'' جس کے بارے میں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ زیدی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اہل سنت سے زیادہ قریب ہیں۔

ذیل میں زیدی عقائد کے بارے میں بحث کی جائے گی پھر موجودہ حوثیوں کا ان کے ساتھ تقابل کیا جائے گا کہ یہ زیدی ہیں یا زیدی عقائد سے منحرف ہوکر رافضیت میں داخل ہوگئے ہیں۔

زیدی اہل تشیع کا ایک اہم فرقہ ہے جس کا شمار شیعہ کے تین اہم فرقوں میں ہوتا ہے، زیدی شیعہ فقہ اہل بیت کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہیں۔

زیدی امام زین العابدین کے بعد ان کے بیٹے امام باقر کی بجائے امام زید کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں، اثنا عشری اور زیدیوں کا سلسلہ امامت امام زین العابدین کے بعد الگ ہو جاتا ہے، امام زید کی طرف نسبت کی وجہ سے یہ لوگ زیدی کہلاتے ہیں، زیدیوں کا سلسلہ امامت ابھی تک جاری وساری ہے ان کا حالیہ امام مجدالدین المؤیدی 2007ء میں فوت ہوا ہے۔

زیدیوں کا علمی ذخیرہ بہت وسیع ہے کیونکہ ان کا امام اپنے وقت میں سب سے زیادہ علم والا ہوتا ہے، اور ہر امام نے کچھ نہ کچھ قلمی خدمات سرانجام دی ہوتی ہیں۔ امام زید کی فقہی احکام پر مشتمل کتاب ''مسند امام زید'' اور قرآن مجید کی تفسیر بزبان اہل بیت ''تفسیر غریب القرآن'' ان کی تصنیفات میں شمار ہوتی ہیں اور جامعہ ازہر میں اس پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا گیا ہے جس میں امام زید کی طرف اس کی نسبت پر بحث کی گئی ہے اور اس نسبت کو درست قرار دیا گیا ہے۔

زیدی امام زین العابدین کے بعد خانوادہ حسنین کریمین میں سلسلہ امامت کو تسلیم کرتے ہیں یہی

وجہ ہے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن المثنیٰ کو بھی اپنا امام قرار دیتے ہیں، اس وجہ سے ان کے پاس ''حسنی علوم'' کے ذخائر علم بھی محفوظ ہیں۔

جہاں تک امامت کا معاملہ ہے زیدی رافضیوں کی طرح ائمہ اہل بیت کو معصوم نہیں مانتے بلکہ ان کو علم کا امام سمجھ کر ان کی عزت واحترام کرتے ہیں۔

زیدی امام حسن کے لاولد اور امام مہدی کی ولادت کے قائل نہیں ہیں۔ زیدی حسنین کریمین کی نسل سے آنے والے تمام ائمہ کو امام مہدی کا درجہ دیتے ہیں۔

زیدی، اہل سنت کی طرح اگرچہ توحید، نبوت، امامت، عدل اور معاد کے قائل ہیں لیکن رافضیوں سے اختلاف کرتے ہوئے ائمہ کو معصوم نہیں تسلیم کرتے اور نہ ہی سلسلہ امامت کو محدود کرتے ہیں بلکہ ان کے ہاں سلسلہ امامت تا قیامت جاری وساری رہے گا، ان (زیدیوں) کے ہاں نابالغ شخص امام نہیں بن سکتا، اصحاب کساء[1] کو نصوص قرآنی اور دیگر روایات کی بنیاد پر معصوم جانتے ہیں برعکس دیگر ائمہ کے۔

زیدیوں کا کلمہ اہل سنت کے کلمہ کے مطابق ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہے یعنی

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

یہ لوگ کسی کلمہ گو مسلمان کی تکفیر نہیں کرتے، زیدی شیعہ وضو میں اہل سنت کی طرح پاؤں کو دھوتے ہیں کیونکہ امام زید کی فقہی تعلیم بھی یہی ہے، اور اس بارے میں دیگر ائمہ اہل بیت کی روایات معتبر سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔

زیدی شیعہ رافضیوں کے برعکس نمازوں کو جمع نہیں کرتے بلکہ اپنے مقررہ پانچ اوقات میں ادا کرتے ہیں، ان کے ہاں الگ الگ پانچ وقت کی اذان ہوتی ہے، اور اذان کے الفاظ بھی اہل سنت کی اذان کی طرح ہیں اس میں وہ اضافے نہیں جو رافضیوں کی اذان میں پائے جاتے ہیں، کیونکہ زیدی کتب فقہ میں یہی اہل سنت والے اذان کے الفاظ وارد ہیں۔

زیدی شیعہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین جائز ہے، لیکن الگ الگ اپنے وقت میں پڑھنے کو افضل

---

[1] اس سے مراد سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنھم اجمعین ہیں۔

سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کی کتب میں اسی چیز کی تاکید ہے۔

زیدی، اثناعشری رافضیوں کی طرح تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں، ان کے ایک امام یحیٰ بن حسین بن قاسم (م:298ھ) اپنی کتاب ''مجموع الرسائل'' میں لکھتے ہیں:

''وہ مصحف علی (جسے ان کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ نے جمع کیا تھا اور یمن کے ایک میوزیم میں موجود ہے) بالکل اسی طرح ہے جو آج ہمارے پاس قرآن موجود ہے، اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہے سوائے اس آیت

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ﴾ [سورہ التوبہ:123]

کے وہ مصحف علی میں یوں درج ہے: (اقتلوا الذین یلونکم من الکفار)

نماز کے معاملے میں زیدی بہت حد تک شوافع سے مماثلت رکھتے ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ یہ مالکیوں اثناعشریوں کی طرح ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، رافضیوں کی طرح سجدہ گاہ (کربلا کی مٹی) استعمال نہیں کرتے، بغیر تقیہ کے یہ لوگ اہل سنت کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے ہیں، یمن میں یہ چیز عام ہے کہ زیدی اہل سنت کی مساجد میں اور اہل سنت زیدیوں کی مساجد میں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں بسا اوقات یہ امتیاز مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ مسجد اہل سنت کی ہے یا زیدیوں کی۔

زیدی، اہل سنت کی طرح نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنے کے قائل ہیں، اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں، زیدی شیعہ، رافضیوں کے برعکس متعہ، سری نکاح کو حرام سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ افعال زنا میں سے ہیں۔

زیدی شیعہ تقیہ کے اس طرح قائل نہیں جس طرح یہ چیز رافضیوں میں رائج ہے بلکہ انہوں (رافضیوں) نے اسے دین کا حصہ بنالیا ہے، بلکہ جو روایات اس سلسلے میں امام جعفر صادق، امام ہادی رضا اور امام حسن عسکری سے زیدی کتب میں آئی ہیں وہ تقیہ کے ذکر سے خالی ہیں، زیدی شیعہ نہج البلاغہ، صحیفہ سجادیہ وغیرہ کو مانتے ہیں، اور امام رضا کی کتاب ''صحیفة الرضا'' جو کہ ایک معتبر کتاب ہے اس کو بھی مانتے ہیں، رافضیوں کی دعائے کمیل (یہ دعا، کمیل بن زیاد کی طرف منسوب ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں بہت معروف ہے، یہ لوگ ہر جمعہ اور نصف شعبان کی رات میں اسے پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں)

کو اپنی مجالس ومحافل میں پڑھتے ہیں۔

زیدی اہل بیت عظام کے بہت زیادہ محبّ ہیں،اور اس محبت کو زبانی جمع خرچ کی بجائے کردار وعمل سے دکھانے پہ یقین رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ماہ محرم میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور مروجہ مراسم عزاداری جو کہ رافضیوں میں رائج ہے اس کے یہ بالکل بھی قائل نہیں ہیں۔فضائل اہل بیت سے متعلق جو احادیث مروی ہیں (جیسا کہ حدیث کساء، حدیث سفینہ، حدیث ثقلین، حدیث منزلت وغیرہ) سب کو مانتے ہیں اور اپنی مجالس میں اسے بیان بھی کرتے ہیں۔

ان مذکورہ بالا عقائد سے واضح ہوتا ہے زیدی عبادات ودیگر معاملات کے اکثر امور میں اہل سنت سے کچھ قریب ہیں،جس وجہ سے رافضی انہیں اہل تشیع میں سے نہیں مانتے۔

حوثیوں کی نسبت ابوجارود زیاد بن منذر ہمدانی طرف ہے جس کی وجہ سے انہیں جارودی بھی کہا جاتا ہے، یہ ابوجارود وہ ہے جسے امام باقر رحمہ اللہ نے ''سرحوب'' (اندھا شیطان) کے لقب سے نوازا تھا[1]

جارودی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قطعی نصوص کی بنیاد پر خلیفہ بلافصل مانتے ہیں اور شیخین (سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما) پر تبریٰ کرتے ہیں اور امامت کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کی آل و اولاد میں خاص کرتے ہیں اور ان کی امامت کو منصوص من اللہ قرار دینے کے دعویدار ہیں اور ان میں سے بعض رجعت (یعنی قیامت سے قبل کچھ ائمہ کے واپس آنے) کے بھی قائل ہیں اور بعض جارودی متعہ کو بھی مباح سمجھتے ہیں، ان عقائد کو دیکھیں تو یہ بات واضح دلیل ہے کہ یہ جارودی (حوثی) رافضیوں سے کتنی مماثلت رکھتے ہیں، بایں وجہ ان کے غلط وفاسد عقائد کے سبب انہیں رافضیوں میں شامل کیا گیا ہے[2]۔

ان فاسد عقائد پہ غور کرنے کے بعد یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ حوثی باغی زیدی نہیں بلکہ پکے رافضی ہیں[3]۔

---

[1] رافضة الیمن علی مرالزمن، محمد عبداللہ امام صفحہ:125

[2] اوائل المقالات للشیخ المفید، صفحہ:39

[3] رافضة الیمن علی مرالزمن، محمد عبداللہ امام صفحہ:127

یمن میں موجود حوثی باغی جنہوں نے اس وقت یمنی حکومت اور عوام کے خلاف علَم بغاوت بلند کر رکھا ہے کسی وقتوں میں یہ زیدی تھے لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ایران سے قربتوں کی وجہ سے ان باغیوں کے عقائد میں رافضیت کے عقائد کا رنگ جھلکنے لگا اور اس جماعت کا بانی و سرغنہ حسین بن بدرالدین بن امیرالدین کی کئی سالہ(1997-2003ء) ایران یاترا اور وہاں کے حوزات علمیہ میں ''خمینیت'' سے استفادہ کے بعد''حوثیت'' پر''تشیع'' کا غلبہ زیادہ ہوگیا، اسی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس کے بیٹے حسین بدرالدین نے اپنی مختلف کتب میں مختلف مقامات پر اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر سخت تنقید کی ہے، چنانچہ اپنے سلسلہ دروس قرآنی میں ایک مقام پہ شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے متعلق کہتا ہے کہ یہ دونوں گمراہ، نافرمان گنہگار تھے، والعیاذ باللہ۔

کبھی کہتا کہ امت ابوبکر کی خلافت کے شر سے پریشان ہے، کبھی کہتا کہ ابوبکر کسی بھی طرح سے خلافت کے لائق نہ تھے، کبھی کہتا کہ اس امت میں فساد کی جڑ ابوبکر، عمر، عثمان ہیں اور ان میں کلیدی حیثیت عمر کی ہے، بغض وعداوت میں یہ خبیث اتنا آگے بڑھ گیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق اس نے چند ایسے الفاظ کہے جو نا قابلِ بیان ہیں۔!!!نعوذباللہ من ذلك!۔

بعض مقامات پہ کتب ستہ کے مؤلفین پہ گھٹیا قسم کے الزامات لگاتے ہوئے انہیں ہوس پرست، بادشاہوں کی خوشنودی چاہنے والے درباری ملا قرار دیا، ان کے نظریات وافکار کا جو مرقع نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے خبثِ عقائد کی وجہ سے یہ بدتر ہوگئے اور انہی وجوہات کی بنا پر یہ دیگر فرقِ باطلہ سے بھی بدتر ہوگئے اور غالی رافضیوں کی ہمنوائی اختیار کرلی۔

اس بدطینت شخص کے اس کفریہ عقائد نے ان کے عزائم کو طشت ازبام کرکے یہ واضح کردیا کہ یہ حوثی باغی اب زیدی نہیں رہے بلکہ رافضیوں کے عقائد کے جراثیم ان میں سرایت کرگئے ہیں، جس کی کچھ جھلکیاں سطور بالا میں گزریں، اللہ تعالیٰ، قرآن کریم، صحابہ اور دیگر شعائر اللہ کی اہانت پر مبنی ان کے باطل عقائد سے متعلق درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوجاتا ہے کہ یہ لوگ زیدی عقائد سے منحرف ہوکر رافضی بن گئے ہیں:

(1)الفرق بين السب وقول الحق لغرض التصحيح لبدرالدين الحوثي

(2)التشيع فی صعدة لعبدالرحمن المجاهد

(3)الزهری أحاديثه وسيرته لبدرالدين الحوثی

(4)الإسلام والإرهاب لحسين بدرالدين الحوثی

(5)بوائق رافضة اليمن لمحمدالإمام

(6)رافضة اليمن عبرالزمن

(7)دروس من هدی القرآن الكريم لحسين بدرالدين الحوث

(8)ماذاتعرف عن الحوثيين لعلی الصادق وغیرہ۔

اس باغی تحریک کے حالیہ قائدعبدالمالک حوثی کا قم یونیورسٹی (ایران) سے تعلیم حاصل کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حوثی اور رافضی عقائد، افکار ونظریات میں دونوں ایک ہیں۔اور اس بات کا ثبوت یمن کے صدر منصور ہادی کے نیو یارک ٹائم میں لکھے گئے مضمون سے بھی ملتا ہے کہ جس میں انہوں نے حوثی باغیوں کو ایرانی گماشتوں کا آلہ کار قرار دیا ہے[1]

یمن میں ان کے جرائم حد سے بڑھے ہوئے ہیں، سیکڑوں معصوم لوگوں کا ناحق خون بہایا، وحشیانہ انداز میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کیے رکھا، بے شمار مساجد و مدارس کو منہدم کیا، پاک دامن عورتوں کی عصمت کو تار تار کیا، علمائے کرام کو بے دریغ قتل کیا، ان کے جرائم کی فہرست کافی طویل ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ حوثی باغی ، رافضیت کے آلہ کار ہیں اسی بنیاد پہ ایران اور دوسری شیعہ نواز قوتیں مکمل طور پر ان کی مدد کر رہی ہیں تا کہ یہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہوسکیں، حرمین پہ ان کے حملے کے عزائم واضح ہو چکے ہیں، اور سعودی حکومت کو یہ آنکھیں دکھا رہے ہیں ، ان کی ان گیدڑ بھبکیوں سے کوئی بھی مرعوب نہیں ہونے والا ، یہ اپنے منہ کی کھائیں گے اور تباہ و برباد ہو کر صفحہ عالَم سے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ان شاء اللہ العزیز۔

نوراللہ ہے ''حوثیوں'' کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ماہنامہ محدث لاہور، اشاعت: اپریل 2015ء، صفحہ:10

رشتوں کی بنیاد کیا ہونی چاہیے؟

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ [1]

الحمدلله رب العالمين والصلاة على سيدالمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين وبعد!

اللہ تعالیٰ نے اس عالم رنگ و بو میں انسان کو خود مختار بنا کر پیدا کیا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے سے تعلقات رکھنے پر مجبور ہے کیونکہ اس پر دنیا کا نظام قائم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُم بَعۡضٗا سُخۡرِيّٗا﴾[الزخرف:32]

''ہم نے کچھ لوگوں کو دوسروں پر فوقیت بھی دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے خدمت بھی لے سکیں''

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امیر کو غریب کی ضرورت ہے، وہ اس غریب کا محتاج ہے کہ اس کا کام کاج کرے اور غریب کو امیر کی ضرورت ہے کہ وہ اس کا کام کاج کر کے اپنے بچوں کے لیے روزی کمائے، اس طرح شاگرد کو استاد کی اور استاد کو شاگرد کی ضرورت ہوتی ہے، الغرض اختلافِ صفات کے

[1] رئیس مرکز الدراسات الاسلامیہ، میاں چنوں

باوجود ہر انسان دوسرے کا محتاج اور اس سے تعلقات رکھنے پر مجبور ہے، لیکن اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمارے تعلقات کی بنیاد اگر اللہ کی محبت، تقویٰ اور اخلاص ہے تو ایسے تعلقات آخرت میں بھی برقرار رہیں گے اور اگر ان تعلقات کی بنیاد دنیا اور اس کے مفادات ہیں تو قیامت کے دن اس قسم کے تعلقات دشمنی میں بدل جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴾[الزخرف:67]

ترجمہ: ''اس دن پرہیزگاروں کے علاوہ سب دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے''

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن صرف وہی تعلقات برقرار رہیں گے جن کی بنیاد تقویٰ پر ہوگی اور جنہوں نے صرف اللہ کی خاطر اور اللہ کے دین کے لیے ایک دوسرے سے دوستی کی ہوگی، اس کے علاوہ باقی ہر قسم کے تعلقات اور تمام قسم کی دوستیاں دشمنی میں بدل جائیں گی، قیامت کے دن اس قسم کے رشتے اور تعلقات نہ صرف ختم ہو جائیں گے بلکہ سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اور سب ایک دوسرے پر یہ الزام دھریں گے کہ فلاں دوست میری گمراہی کا باعث بنا اور فلاں رشتہ دار اپنے ساتھ مجھے بھی لے ڈوبا، اس کے برعکس جس رشتے کی بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر ہوگی دین کے رشتے کو تمام رشتوں سے مقدم سمجھا ہوگا ایسے لوگوں کے متعلق اعلان ہوگا:

﴿یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴾[الزخرف:68]

ترجمہ: '' آج قیامت کے دن تمہیں کسی پریشانی کا خوف نہیں رکھنا چاہیے، اور نہ آج تمہیں اپنی سابقہ زندگی پر کچھ ملال ہوگا''

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ دے گا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آواز دے گا ''میرے جاہ و جلال اور عظمت و تعظیم کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ میں آج انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا اس دن میرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا''[1]۔

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ

اس مبارک عمل کی اللہ کے ہاں بہت فضیلت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری جلالت وعزت کی خاطر آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے نورانی منبر ہیں، جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے [1]

بہرحال جن لوگوں کے تعلقات کی بنیاد تقویٰ اور اخلاص پر ہوگی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ۝﴾ [الزخرف:70]

''تم خود اور تمہاری طرح کے دوسرے ساتھی جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہیں وہاں خوش رکھا جائے گا''

جس طرح ہمارے تعلقات کی بنیاد للہیت، تقویٰ ہونا چاہیے اسی طرح ہمارے رشتوں کی اساس بھی دینداری کو ہونا چاہیے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر نکاح کیا جاتا ہے: (1) اس کے مال واسباب، (2) اس کے حسب ونسب، (3) اس کے حسن وجمال اور اس کی (4) دینداری، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم دینداری کی بنیاد پہ نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو'' [2]۔ اس حدیث کی روشنی میں جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیروکار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے نکاح کے لیے اسی کو بنیاد بنایا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے کچھ عرصہ پہلے کا واقعہ ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے والد جناب مالک رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، ان کی وفات کے بعد سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، پیغامِ نکاح بھیجا، سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''تیرے جیسے شخص کا پیغامِ نکاح رد نہیں کیا جاتا، لیکن تو کافر ہے اور میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکی ہوں، میرے لیے تجھ سے نکاح جائز نہیں ہے، اگر تو مسلمان ہو جائے تو یہی میرا حق مہر ہوگا اور میں تجھ سے اس کے علاوہ بطور مہر کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی'' چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام ہی سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کا حق مہر قرار پایا [3]۔

اس نکاح اور حق مہر کے متعلق جناب انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید سیدنا ثابت البنانی رحمہ اللہ

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الزهد

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح

[3] سنن نسائی: کتاب النکاح

بایں الفاظ تبصرہ کرتے ہیں: ’’میں نے کسی دوسری عورت کے متعلق نہیں سنا کہ اس کا مہر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مہر اسلام سے بہتر ہو، سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ زندگی کے خوشگوار لمحات بسر کیے اور ان سے ان کے بچے بھی پیدا ہوئے۔[1]

چونکہ یہ نکاح رنگ و نسل اور برادری و خاندان سے بالاتر ہو کر صرف اسلام اور دینداری کی بنیاد پر ہوا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بہت خیر و برکت سے نوازا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں کھجوروں کے باغات سے نوازا تھا، ان کا ایک باغ جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے، وہاں تازہ کھجوریں تناول فرماتے، میٹھے چشموں کا ٹھنڈا پانی نوش کرتے اور درختوں کے گھنے سایہ میں محو استراحت ہوتے تھے[2]۔

اس سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ پیش خدمت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سے نہ صرف انتہائی محبت کرتے تھے بلکہ ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے چنانچہ سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ ایک انصاری صحابی تھے جو مالدار تھے نہ خوبصورت، ان کا کسی بڑے قبیلے سے تعلق تھا نہ ہی کسی منصب پر فائز تھے، ان کی خوبی صرف یہ تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ان سے فرمایا: ’’جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟۔ سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ جیسے شخص سے اپنی بیٹی کی شادی کون کرے گا؟ میرا حسن و جمال، مال و دولت اور کوئی جاہ و منصب نہیں، بلکہ ایک فقیر بے نوا ہوں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اس کے دنیاوی معیار پر نہیں بلکہ اس کی دینداری اور تقویٰ شعاری پر تھی، آپ نے اس کی مایوسی کو خوشی میں تبدیل کرتے ہوئے فرمایا: جلیبیب! تم فکر نہ کرو، تمہاری شادی میں خود کروں گا، تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو، تمہاری وہاں بڑی قدر و منزلت ہے‘‘۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن ان سے فرمایا: جلیبیب! تم فلاں انصاری

---

[1] سنن نسائی: کتاب النکاح

[2] صحیح بخاری: کتاب الزکاۃ

کے گھر جاؤ، اسے میرا اسلام کہواور میرا پیغام دو کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی تجھ سے کر دے، سیدنا جلیبیب خوشی خوشی اس انصاری کے گھر پہنچ جاتے ہیں، دروازے پہ دستک دی، اہل خانہ پوچھتے ہیں تم کون ہو؟ سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ نے جوابا عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ لوگوں کوسلام بھیجا ہے، یہ سن کر انصاری صحابی خوشی سے پھولا نہیں سماتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سلام بھیجا ہے، یہ تو میرے لیے خوش قسمتی کی بات ہے، پورے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اس خوشی میں سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے جاتے ہیں، سیدنا جلیبیب نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں سلام کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو‘‘، صاحبِ خانہ نے جب یہ بات سنی تو سناٹے میں آ گئے، کیا یہ شخص میرا داماد بنے گا؟ اس کا نہ مال ودولت نہ حسن وجمال، نہ قد کاٹھ، نہ حسب ونسب اور نہ منصب اور کاروبار! کہنے لگا میں اپنے گھر والوں سے مشورہ کر کے تمہیں جواب دیتا ہوں، انہوں نے اپنی اہلیہ کو بلایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ’’اپنی بیٹی کی شادی جلیبیب سے کردو‘‘۔

یہ حسنِ اتفاق تھا کہ ساتھ والے کمرے میں پسِ پردہ ان کی دخترِ نیک اختر اپنے والدین کی گفتگو سن رہی تھی، انصاری کی اہلیہ نے کہا ہم اپنی بیٹی کی شادی جلیبیب سے کیسے کر دیں جبکہ وہ خوبصورت بھی نہیں، مال ودولت کی ریل پیل بھی نہیں، بڑا خاندان بھی نہیں، اور کسی منصب پر فائز بھی نہیں، ہم نے فلاں فلاں خاندان کی طرف سے آنے والوں کو مسترد کر دیا ہے، میاں بیوی دونوں اس قسم کی گفتگو کر رہے تھے، بیٹی بھی پردے کے پیچھے کھڑی گفتگو سن رہی تھی اور اس ماجرے کا مشاہدہ کر رہی تھی جب سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو لڑکی نے معاملے کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنے والدین سے مخاطب ہو کر آہستہ کہا: ’’کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ٹالنے کے لیے سوچ وبچار کر رہے ہو، آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیں، وہ جہاں چاہیں اپنی مرضی سے میری شادی کر دیں، وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کریں گے‘‘۔

بیٹی کے پاکیزہ جذبات سن کر والدین نے بھی سر جھکا دیا، کچھ دیر پہلے تک ان کے ذہن میں نہ تھا کہ وہ اس رشتے کو قبول نہ کرنے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو نظر انداز کرنے والے بن جائیں

گے، وہ اپنی بیٹی کی فہم وفراست اور اس کے خوبصورت فیصلے پر راضی ہو گئے۔

سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچا کر واپس چلے گئے، کچھ دیر بعد ذہین وفطین بچی کا والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے آپ کا پیغام ملا، آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میں میرے اہل خانہ حتی کہ میری بیٹی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہیں۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ کے ذریعے بچی کے پاکیزہ جذبات اور سمع واطاعت پر مبنی جواب کا علم ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک عظیم تحفہ دیا، اپنے مبارک ہاتھوں کو بارگاہ الٰہی میں اٹھایا اور بایں الفاظ دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان دونوں پر خیر وبھلائی کے دروازے کھول دے، اور انہیں زندگی میں مشقت وپریشانی سے دور کردے''۔ اس بچی کی شادی سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، مدینہ طیبہ میں ایک اور گھر کا اضافہ ہوا، وہ جلیبیب جو کبھی مفلس ونادار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں ان پر رزق کے دروازے کھل گئے، یہ گھرانہ بڑا سعادت مند اور بابرکت ثابت ہوا، اس گھرانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا صلہ اس صورت میں ملا، اہل مدینہ اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے تھے: ''انصاری گھرانوں کی عورتوں میں سب سے زیادہ خرچ کرنے والا گھرانہ اسی لڑکی کا تھا''[1]۔

قارئین کرام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس لڑکی کو دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہوئی، اور آپ کی اطاعت کے نتیجہ میں جو کچھ آخرت میں ملنے والا ہے، اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں، لیکن افسوس کہ ہم رشتوں ناطوں کے سلسلہ میں مال ودولت، حسن وجمال، حسب ونسب اور خاندان وبرادری کے بتوں کو پوج رہے ہیں، ہماری بچیاں اس جعلی معیار کے انتظار میں بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ دیتی ہیں، ہمیں ان بتوں کو پاش پاش کرنا ہوگا، اور خالص دینداری کے ماحول کو اپنے رشتوں کا معیار قرار دینا ہوگا۔

آج بھی کچھ دیندار گھرانے اس معیار کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں ایک واقعہ

---

[1] مسند امام احمد: جلد، 4صفحہ422

ملاحظہ فرمائیں، یہ واقعہ میرے ایک قریبی دوست کا رقم کردہ ہے: ''میری بہن کے لیے ایک اچھا رشتہ آیا، لڑکا برطانیہ میں ملازمت کرتا تھا، تعلیم یافتہ، خوبصورت برسرِ روزگا تھا، پاکستان میں رہنے والے اس کے والدین اپنے بیٹے کے لیے بہتر رشتہ کی خاطر بھاگ دوڑ کررہے تھے، تلاش کرتے کرتے نظرِ انتخاب ہمارے گھرانے پر پڑی چنانچہ یہ رشتہ منظور کرلیا گیا، برطانیہ میں ملازمت کی بنا پر لڑکا ایک محدود وقت کے لیے پاکستان آسکتا تھا، اس لیے یہ طے پایا کہ وہ نکاح سے ایک ہفتہ قبل پاکستان آئے گا اور نکاح کے چند روز بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ واپس برطانیہ چلا جائے گا، والد محترم نے احتیاطاً یہ شرط رکھ دی تھی کہ لڑکے سے ملاقات پر اگر کوئی بے اطمینانی والی بات سامنے آئی تو عین موقع پر بھی معذرت کی جاسکتی ہے، اس شرط کو فریقِ ثانی نے بخوشی قبول کرلیا، آخر کار نکاح سے ایک ہفتہ قبل حسبِ پروگرام لڑکا برطانیہ سے پاکستان آیا اور والد محترم سے ملاقات ہوئی، حسنِ صورت ، اندازِ گفتگو اور آدابِ معاشرت کے اعتبار سے وہ ہمارے تصورات سے بھی بالاتر تھا، اس پہلو سے اطمینان حاصل ہوا لیکن چادر اور چار دیواری کے لحاظ سے آزاد خیالی محسوس ہوئی، ہمارے ہاں دینی ماحول کی وجہ سے والد محترم کو بہت تشویش لاحق ہوئی، رشتہ داروں نے اطمینان دلایا کہ رشتہ ہونے کے بعد اس کمی کی تلافی ہوجائے گی اس بنا پر ایک پڑھے لکھے برسرِ روزگار رشتے کو جواب دینا مناسب نہیں ہے، لیکن ہمارے والد محترم دینی معاملات میں بڑے حساس تھے، اس لیے ان کی تشویش میں مزید اضافہ ہوا فرمانے لگے کہ برطانیہ کے نیم عریاں ماحول میں اس کی آزاد خیالی کے بڑھنے کا اندیشہ ہے، آخر کار انہوں نے اپنی دینی غیرت کی وجہ سے نکاح سے ایک دن قبل اس رشتہ کو رد کردیا اور انہیں صاف صاف جواب دے دیا، اگرچہ نکاح کی تیاریاں اپنے آخری مراحل میں پہنچ چکی تھیں، کھانے وغیرہ کے انتظامات بھی مکمل ہو چکے تھے لیکن والد محترم کی حمیتِ ایمانی نے ہر قسم کی قربانی دے کر اسے برداشت کیا، شاید اس کی برکت تھی کہ اس قربانی کے چھ ماہ بعد مدینہ منورہ سے ہمارے خاندان کا ایک رشتہ آیا جو قرآن کریم کا حافظ اور عالم دین تھا، والد محترم نے استخارہ کرنے کے بعد وہ منظور کرلیا اس طرح ہماری ہمشیرہ کا ان سے نکاح ہوگیا، اب وہ صاحبِ اولاد اور مدینہ طیبہ میں اقامت گزین ہے''۔

رشتوں کے متعلق ہمارا یہی رجحان ہے کہ دولت، خاندان اور برادری کے چکر سے آزاد ہوکر دین اور تقویٰ کو پیش نظر رکھا جائے، اس سلسلہ میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثالیں پیش خدمت ہیں، عرب معاشرہ میں جب کوئی غلام آزاد ہوجاتا تو اسے اور اس کی اولاد کو آزاد افراد سے فروتر خیال کیا جاتا تھا، سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ام یمن رضی اللہ عنہا پہلے غلام تھے، پھر انہیں آزادی ملی تھی، اس کے علاوہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ رنگ کے بھی کچھ سانولے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان سے نکاح کرنے کے متعلق مشورہ دیا، چونکہ ان کے خاوند پر غلامی کا ٹھپہ لگا ہوا تھا، اس لیے ابتدائی طور پر انہیں یہ رشتہ اچھا نہ لگا اور اپنی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہا، اسامہ، اسامہ اس سے میں نکاح کرلوں!، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تیرے لیے بہتر ہے''[1]۔

آخر کار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا، وہ خود اس نکاح کے متعلق فرماتی ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بھلائی اور برکت ڈال دی حتیٰ کہ مجھ پر رشک کیا جانے لگا''[2]۔

سیدنا اسامہ بہت ہی ملنسار اور حسن خلق کے حامل تھے، اس لیے ذات پات کے اعتبار سے ہم پلہ نہ ہونے کے باوجود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان پر فخر کیا کرتی تھیں کہ خاوند ہو تو ایسا ہو۔

اسی طرح سیدنا سالم رضی اللہ عنہ ایک انصار عورت کے آزاد کردہ غلام تھے، سیدنا حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، انہوں نے اپنی حقیقی بھتیجی ہند بنت ولید بن عتبہ سے ان کا نکاح کردیا تھا۔[3]

اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے ''دین میں ہم پلہ ہونا''[4]۔

---

[1] سنن ابن ماجه:كتاب النكاح

[2] سنن ابن ماجه :كتاب النكاح

[3] صحيح بخاری: كتاب النكاح

[4] صحيح بخاری:كتاب النكاح،باب نمبر16

اس طرح کی متعدد مثالیں کتب حدیث میں مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے برادری، حسب ونسب، مال ودولت، حسن وجمال اور دنیاداری کے بتوں کوتوڑ کر رشتوں کی بنیاد صرف تقویٰ اور دینداری کو قرار دیا، کیونکہ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ متقی انسان کو اگر بیوی سے محبت ہوگی تو اس کی عزت کرے گا اور اگر نفرت ہوگی تو اس پر ظلم کرنے سے باز رہے گا۔

اب ہم نکاح کے دوسرے پہلو کا جائزہ لیتے ہیں کہ جولوگ دین اور تقویٰ کے معیار کو نظر انداز کر کے محض دنیاوی مفادات اور برادری کا رکھ رکھاؤ پیش نظر رکھتے ہیں، ایسے رشتوں کا کیا انجام ہوتا ہے، اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا پیغامِ نکاح آئے جس کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو اسے اپنی لڑکی کا رشتہ دے دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا''[1]۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت تقویٰ، اخلاق وکردار اور دینی اقدار کو پیش نظر رکھنا چاہیے، اگر دین کو نظر انداز کر کے حسب ونسب، خاندان، برادری، حسن وجمال اور مال ودولت کو معیار بنایا گیا تو یہ کئی ایک فتنوں اور آزمائشوں کا پیش خیمہ ہوگا، کئی لڑکیاں بے نکاح رہ جائیں گی جو ان کے لیے مصیبت اور فتنہ کا باعث ہوگا، نیز دینی لحاظ سے نیک نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑے پیدا ہوں گے پھر یہی مال وجمال اور خاندانی تفوق گلے کا طوق اور پاؤں کی بیڑی بن جائے گا، ہم آئے دن اس طرح کے بیسیوں واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو خاندانوں کے ٹکراؤ اور گھروں کی بے آبادی کا باعث ہوتے ہیں۔

ہم ذیل میں صرف ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں جو دیدۂ عبرت کے لیے سرمۂ بصیرت کا باعث ہے، اس کی روشنی میں ہم نے اپنے کردار کا بس جائزہ لینا ہے، واللہ المستعان۔

میرے ایک انتہائی قریبی عزیز نے بیان کیا کہ ہمارے تین بھائیوں کی ایک اکلوتی بہن تھی، ہمارے والدین نے اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ہم نے اس کے رشتے کے متعلق تلاش شروع کی، رشتوں کے متعلق ہماری برادری

---

[1] سنن ترمذی: کتاب النکاح

کا معیار یہ تھا کہ لڑکا خوبرو، ملنسار، خوش اخلاق، تعلیم یافتہ، برسرروزگار ہونے کے ساتھ ساتھ برادری کے اعتبار سے ہم پلہ اور اس کا خاندان بھی مختصر افراد پر مشتمل ہو، تلاش بسیار کے باوجود ہمیں مناسب رشتہ نہیں مل رہا تھا، اس بناء پر والدین انتہائی پریشان تھے، اتفاقاً ایک دن ہمیں کسی عورت کے ذریعے خانیوال میں ایک رشتہ کا پتہ چلا اس عورت نے بتایا کہ لڑکے کے والدین فوت ہو چکے ہیں، اس کی خالہ نے تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اٹھائی تھی، تعلیم کے بعد اب وہ ایک پرائیوٹ کمپنی میں بطور مینیجر جاب کرتا ہے، تنخواہ تقریباً ایک لاکھ ماہانہ ہے۔ کمپنی نے اسے گاڑی بھی دے رکھی ہے، اس کا خانیوال میں اپنا مکان ہے، کافی سوچ وبچار کے بعد میں اور میرے والدین اس عورت کے ہمراہ خانیوال گئے، لڑکے سے ملاقات ہوئی، وہ قبول صورت، خوش گفتار اور تعلیم یافتہ معلوم ہوتا تھا، اس کی کوٹھی نما مکان میں زندگی کی تمام سہولیات موجود تھیں، ہم نے بات چیت کے ذریعے اس کے اخلاق وکردار کو معلوم کرنے کی کوشش کی تو وہ کچھ آزاد خیال تھا، ہم نے گھر آکر باہمی مشورہ کیا، اس کی آزاد خیالی کو نظر انداز کر کے اسے رشتے کے لیے پسند کرلیا، عورت کے بار بار اصرار کرنے پر ہم نے جلدی شادی کی تاریخ طے کردی، شادی کے موقع اس کے ہمراہ چند افراد اور کچھ خواتین تھیں، اس نے پندرہ تولے طلائی زیورات بطور حق مہر ادا کیے، ہم نے بھی اپنی بہن کو ڈھیروں جہیز کے ساتھ دس تولے طلائی زیور پہنائے، اس کے علاوہ ایک نئی گاڑی لڑکے کو بطور گفٹ دی، شادی کے اگلے دن خانیوال ایک ہوٹل میں ولیمے کا اہتمام کیا گیا، ہماری بہن بھی اس انتخاب پر ہر طرح سے مطمئن تھی، ہم بھی خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک اچھے رشتے کا بندوبست کردیا ہے، شادی کے دو ہفتے بعد وہ اپنی گاڑی پر ہماری بہن کو گھر چھوڑنے آیا، اس نے بتایا کہ میں کمپنی کے ایک ضروری کام کے لیے کراچی جا رہا ہوں، وہاں مجھے ایک دو ہفتے لگ جائیں گے، میں کراچی سے واپسی پر اسے لے جاؤں گا، دو ہفتے بعد جب وہ نہ آیا تو ہمیں فکر لاحق ہوئی، اسے فون کیا تو اس کا موبائل بند تھا، خانیوال گئے تو ہمیں وہاں سے پتہ چلا کہ دو ماہ قبل ایک شخص نے یہ مکان کرایہ پر لیا تھا، اب تین ہفتے قبل وہ اپنا سامان وغیرہ لے کر یہاں سے چلا گیا ہے، ہماری بہن کا سامان جہیز اور اس کے زیورات بھی ساتھ لے گیا، ہم نے اسے بہت تلاش کیا لیکن اس کا کچھ اتا پتا نہ چل سکا، اب ہم اس سلسلہ میں بہت پریشان ہیں، ہماری

بہن کا مستقبل بھی داؤ پر لگ گیا ہے، ہمیں کچھ نہیں سوجھتا کہ اب کیا کیا جائے، وہ اپنی داستانِ غم سناتے ہوئے بار بار کہہ رہا تھا کہ وہ ہماری بہن کی عزت بھی داغدار کر گیا، بہر حال اس واقعہ میں دنیا کی دولت اور اس کی زیب وزینت کو معیار بنانے والوں کے لیے بہت سامانِ عبرت ہے، یہ دولت تو ڈھلتی چھاؤں ہے بیٹیوں کے رشتہ کے لیے اسے قطعاً معیار نہ بنایا جائے۔ اور نہ ہی تقویٰ اور دینداری کو نظر انداز کر کے صرف خاندانی اور برادری کی بنیاد پر رشتے کیے جائیں، اللہ کے نزدیک قومیت اور خاندان صرف تعارف و پہچان کا ذریعہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳﴾[الحجرات:13]

”اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے اس لیے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو“

موجودہ دور میں ذات وقوم، رنگ ونسل کو معبود کی حیثیت دے کر ان کی پوجا کی جارہی ہے، ان کی بنیاد پر پوری انسانی برادری کو کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے جو آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے رہتے ہیں، حالانکہ سب انسان سیدنا آدم وحوا کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت وشرف کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی جتنا کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اس کی معصیت سے دور رہنے والا ہوگا اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک معزز ومحترم ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں اس مضمون کو بایں الفاظ بیان کیا تھا: ”کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں، فضیلت کی بنیاد صرف تقویٰ ہے[1]۔

لیکن ہم ذات وقومیت اور رنگ ونسل کی بنیاد پر خود کو اعلیٰ اور دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے ہیں، اور انہیں باہمی تفاخر وتنافر کا ذریعہ بنالیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر

---

[1] مسند امام احمد: جلد 5، صفحہ 422

کو دور کر دیا ہے اب لوگ صاحبِ ایمان متقی ہیں یا فاجر و بدبخت، تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے تھے، لوگوں کو قومی برتری ختم کر دینی چاہیے کیونکہ ایسا کرنے والے تو جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں، یا پھر یہ لوگ اللہ کے ہاں گندگی کے سیاہ کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے جو اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتا پھرتا ہے [1]۔

ان احادیث سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنے رشتے ناطے، اسلام اور تقویٰ کو نظر انداز کر کے صرف قوم اور برادری کی بنیاد پر نہ کریں اور نہ ہی اپنی معصوم بیٹیوں کو مال و دولت کی بھینٹ چڑھائیں، قیامت کے دن ان کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

واللہ المستعان

[1] سنن ابی داؤد: کتاب الادب

رمضان المبارک واعتکاف
کے احکام ومسائل

جمع وترتیب: عبدالمجید محمد حسین بلتستانی[1]

نیکیوں اور رحمتوں کے موسم بہار کی آمد آمد ہے، اس ماہ مقدس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے خصوصی عنایات اور مہربانیاں ہوتی ہیں، خوابِ غفلت میں پڑے انسان کوتوبہ اور انابت کے مواقع نصیب ہوتے ہیں، اس مقدس ماہ میں روزہ، قیام اللیل ہر عبادت کی اپنی لذت ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے

''من صام رمضان إيمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه ''[2]

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے ایمان کے حالت میں اورثواب کی نیت سے رکھے اس کے سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

ایک اور روایت میں اس بابرکت ماہ کی بابت فرمایا:

'' إذا جاء رمضان فتحت أبواب الجنة وغلقت أبواب النار وصفدت الشياطين''[3]

ترجمہ: ''جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں ،جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے''۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس مقدس ماہ میں خوب محنت کی جائے، گناہوں سے توبہ کرکے جہنم

---

[1] فاضل مدینہ یونیورسٹی

[2] بخاری :38،صحیح مسلم :760

[3] صحیح بخاری :1899، صحیح مسلم :1030

کی آگ سے نجات حاصل کی جائے، اور حصولِ تقویٰ کے بعد شیاطین کے مکروفریب سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔ اس مضمون میں اس ماہ مقدس کے حوالے کچھ مسائل واحکام بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان شاءاللہ العزیز۔

1 روزے کا معنیٰ:

عربی زبان میں روزے کو ''صوم'' کہا جاتا ہے، جس کے لغوی معنیٰ '' رک جانے'' کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے: '' طلوع فجر سے لے کر غروبِ آفتاب تک ثواب کی نیت کے ساتھ ان تمام چیزوں سے اجتناب کرنا جن کے ارتکاب سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے''[1]

2 روزہ کے ارکان:

اس کے تین رکن ہیں 1 نیت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں اور فرض روزہ کے لیے طلوع فجر سے قبل نیت ضروری ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

" من لم يجمع النية قبل الفجرفلاصيام له "[2]

''جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی اس کا روزہ ہی نہیں۔''

نفلی روزہ کے لیے کسی بھی وقت نیت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ خلافِ روزہ کوئی کام نہ کیا ہو[3]

نیز نیت دل کا عمل ہے روزے کے لیے زبان سے نیت کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے۔

2 روزہ کو توڑ دینے والے امور سے اجتناب کرنا۔

3 روزہ کے لیے بیان کردہ وقت (طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ آفتاب) کی پابندی نہایت ضروری ہے۔

3 روزہ کن پر فرض ہے؟

ہر اس شخص پر فرض ہے جس میں یہ شرائط پائی جاتی ہوں: مسلمان ہو، مکلّف ہو، روزہ رکھنے کی

---

[1] تفسیر قرطبی 2/269

[2] سنن ابی داؤد: 2454، جامع ترمذی: 730، سنن نسائی: 2331

[3] صحیح مسلم: 1154، سنن ابی داؤد: 2520

قدرت رکھتا ہو جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾[سورہ البقرہ:185]

''تم میں سے جو بھی اس مہینہ کو پائے وہ روزہ رکھے۔''

اس آیت سے واضح ہوا کہ ہر بالغ مکلف مسلمان پر روزہ فرض ہے، اس عموم سے وہ خارج ہیں جن کا استثناء قرآن وحدیث میں آیا ہے جیسے نابالغ، مسافر، حیض، حمل اور دودھ پلانے والی عورتیں نیز بیمار، اور شرعی معذور وغیرہ۔

4 رمضان المبارک کی ابتدا

رمضان کے روزے کے لیے رؤیتِ ہلال ضروری ہے آپ ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اگر (انتیس شعبان کو) بادل ہوں تو شعبان کے تیس دن مکمل کر کے رمضان کے روزے رکھو[1]

نوٹ: شک کے دن کا روزہ رکھنا درست نہیں (شک سے مراد یہ ہے کہ کوئی یہ سمجھ کر روزہ رکھے کہ چلو اگر آج یکم رمضان نہ ہوا تو میرا نفلی روزہ ورنہ رمضان کا پہلا فرضی روزہ ہو جائے گا) حدیث میں ہے ''جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم محمد ﷺ کی نافرمانی کی''[2]

اسی طرح استقبال رمضان کے نام سے رمضان سے ایک دو دن قبل روزہ رکھنا بھی درست نہیں ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"لاتتقدموا صوم رمضان بيوم أو يومين إلا أن يكون صوم يصومه رجل فليصم ذلك اليوم۔"[3]

''رمضان سے ا ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھو ہاں مگر ایسا دن ہو جس میں کوئی پہلے سے روزہ رکھتا رہتا ہے (مثلا سوموار، جمعرات کے دن) تو وہ رکھ سکتا ہے۔''

---

[1] صحیح بخاری:1909، صحیح مسلم:108

[2] سنن ابی داؤد:2336

[3] صحیح بخاری:1914، صحیح مسلم:1082، مسند احمد:7722

5 روزے کا آغاز:

" فجرِ ثانی " جسے صبح صادق بھی کہتے ہیں کے طلوع ہوتے ہی روزے کا آغاز ہوجاتا ہے اور اختتام غروب آفتاب کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ [سوره البقره:187]

" اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے، پھر رات تک روزے کو مکمل کرو۔"

اس آیت میں " خیط ابیض " اور " خیط اسود " سے مراد صبح کے اجالے کا رات کی تاریکی سے الگ ہونا ہے۔

6 سحری کرنا

یہ وقت نہایت برکت والا ہے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے نوافل، اذکار، دعا وغیرہ میں صرف کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت آسمانِ دنیا پہ نزول فرماتا ہے۔

شریعت نے سحری کھانے کی ترغیب دی ہے اور اس کھانے کو بابرکت قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: "تسحروا فإن فی السحوربركة "[1] سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

ایک روایت میں اسے یہود کی مخالفت قرار دیا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

" إن فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب أكلة السحور۔ "[2]

" ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں یہ فرق ہے کہ وہ سحری نہیں کرتے "۔

آپ ﷺ نے اس میں تاخیر کی ترغیب دلائی ہے، آپ ﷺ کی سحری اور اذان میں جو وقفہ ہوتا تھا وہ پچاس آیتوں کے بقدر ہوتا تھا اس وقفہ کو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے چھ منٹ کے برابر

---

[1] صحیح بخاری:1923، صحیح مسلم:2524

[2] سنن نسائی:2166

قرار دیا ہے۔[1]

اگر کوئی شخص تاخیر سے بیدار ہوا اسے جنابت کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے تو پہلے وہ سحری کرے بعد میں طلوع فجر کے بعد غسل جنابت کر لے۔[2]

اگر کوئی شخص طلوع فجر کے بعد بیدار ہوا ہے تو وہ کھائے پیئے بغیر روزہ رکھ لے کیونکہ سحری کا وقت ختم ہو چکا ہے، اور اگر دوران کھانا اذان فجر شروع ہو جائے تو وہ اپنا کھانا پورا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے:

" إذاسمع أحدكم النداء والإناء على يده فلايضعه حتى يقضي حاجته منه"[3]۔

''جب تم میں سے کوئی فجر کی اذان سنے اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس برتن کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک وہ اپنے کھانے کی حاجت پوری نہ کر لے''۔

سحری میں کھجور کو شامل کرنا اچھا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بہترین کھانا قرار دیا ہے

"نعم سحورالمؤمن التمر "[4] ''مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے''۔

7 افطاری کا بہترین وقت

غروب آفتاب ہوتے ہی روزہ افطار کر لینا چاہیے، اس میں احتیاطی تاخیر درست نہیں ہے (جیسا کہ کچھ لوگوں کی عادت ہے کہ احتیاطی طور پہ ایک دو منٹ تاخیر سے روزہ افطار کرتے ہیں) حدیث میں ہے:

" لايزال الناس بخيرماعجلواالفطر۔"[5]

''لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک وہ روزہ کے افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔''

ایک حدیث قدسی میں ہے: "إنَّ أحبَّ عبادي إليّ أعجلهم فطرا۔"[6]

---

[1] تنبيه الأفهام بشرح عمدة الأحكام، صفحه:463

[2] صحيح مسلم:1109،سنن ابی داؤد:2390

[3] سنن ابی داؤد:2350

[4] سنن ابی داؤد:2345،ابن حبان:3475

[5] صحيح بخاری :1957،صحيح مسلم :2549

[6] سنن ترمذی،كتاب الصوم،باب ماجاءفی تعجيل الافطار،حديث:704۔

''میرے نزدیک میرے وہ بندے زیادہ محبوب ہیں جو روزہ افطار میں جلدی کرتے ہیں''
(یعنی غروبِ آفتاب ہوتے ہی افطار کر لیتے ہیں)۔

تازہ تر کھجور سے روزہ افطار کیا جائے اگر وہ بھی میسر نہ ہو تو پانی کے چند گھونٹ پی کر بھی روزہ افطار کیا جاسکتا ہے۔ کچھ لوگ افطار پہ دسترخوان پہ بیٹھے مسلسل کھانے پینے میں مشغول رہ کر نماز مغرب کو ضائع کر دیتے ہیں، یہ نہایت قبیح عمل ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے کچھ کھا پی کر نماز کو باجماعت ادا کیا جائے باقی نماز کے بعد آکر کھایا پیا جائے تاکہ فرض نماز ضائع نہ ہو۔

اگر کوئی یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہو گیا اور روزہ افطار کر لے تو پھر بعد میں علم ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخْطَأْتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾[سورة الاحزاب:5]

''تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ جس کا تم دل سے ارادہ کرو''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں ایسا واقعہ پیش آیا تھا (مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے وہ سمجھے کہ سورج غروب ہو گیا ہے اور روزہ افطار کر لیا) آپ نے انہیں روزہ کے قضا کا حکم نہیں دیا، اسی طرح کا واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی پیش آیا تھا آپ نے بھی قضا کا حکم نہیں دیا[1]۔

افطار کے وقت دعائیں کرنا یہ بہت اچھا عمل ہے بلکہ وہ وقت تو دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے اس موقع پر کثرت سے دعا کا اہتمام کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"إن للصائم عندفطره دعوة ماترد"[2]۔ ''روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعائیں رد نہیں ہوتیں''۔

افطار کے وقت یہ دعا پڑھی جائے:

"ذهب الظمأوابتلت العروق وثبت الأجر إن شاءالله"[3]

---

[1] مصنف عبدالرزاق
[2] سنن ابن ماجه:1753
[3] سنن ابی داؤد:2357

''پیاس ختم ہوگئی رگیں تر ہوئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا''

علاوہ ازیں یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے:''اللهم لک صمت وعلى رزقک أفطرت''[1]۔

''اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا''۔

8 روزہ کو فاسد کرنے والے چند امور:

ایسے کچھ امور ہیں جن کے ارتکاب سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، روزہ دار کے لیے ان امور سے باخبر رہنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ ان امور سے بچ سکے اور اپنے روزہ کی حفاظت کرسکے، وہ امور درج ذیل ہیں:

1- **جماع**، بحالت روزہ اگر بیوی سے ہمبستری کے فعل کا مرتکب ہوا تو اس کا روزہ باطل ہوجائے گا، اور اس روزہ کی قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا، کفارہ یہ ہے: ایک غلام آزاد کرنا، اگر غلام یا اس کی قیمت کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل پے درپے روزے رکھنا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے اس کی صورت یہ ہے کہ ہر مسکین کو آدھا صاع (تقریبا سوا کلو) کھانا کھلائے (جو کھانا اس کے اپنے علاقے میں معروف ومتداول ہے)۔ یہ کفارہ بیوی پر لاگو نہیں ہوگا کیونکہ آپ ﷺ نے اس شخص کو جس نے اپنی بیوی کے ساتھ روزہ کی حالت میں جماع کیا تھا، کفارہ کا حکم دیا اس کی بیوی سے کچھ بھی نہیں کہا۔

2- **انزال منی**: جماع کے علاوہ کسی بھی طریقے (بیوی کا بوسہ لینے، یا اس کو شہوتاً چھونے) سے انزال منی ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا اس صورت میں روزہ کی قضا دینا ہوگی کفارہ نہیں ہے، البتہ سوئے ہوئے شخص کو روزہ کی حالت میں احتلام ہوجائے تو اس کا روزہ صحیح ہے کیونکہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے لیکن غسل جنابت ضروری ہے۔

3- **جان بوجھ کر کھانا پینا**: قصداً کھانے پینے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں اسے اس روزہ کی قضا دینا ہوگی۔ اگر وہ بھول کر کھا پی لیتا ہے اس سے اس کے روزے پر کوئی اثر نہیں

---

[1] سنن ابی داؤد: 2358

ہوگا اس کا روزہ درست ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے:

"من نسی وھوصائم فأكل وشرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله وسقاه"[1]

''جس نے بھولے سے کھا پی لیا وہ اپنا روزہ مکمل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلا یا پلایا ہے''۔

4-**جان بوجھ کر قئی کرنا:** اس سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ معدے میں موجود کھانے کو منہ کے راستے جان بوجھ کر باہر نکالنا، ایسا کرنے والا روزہ کی قضا دے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:"من استقاء عمداً فليقض۔"[2]

''جان بوجھ کر قئی کرنے والا اپنے روزے کی قضا دے''۔

البتہ بے اختیار ازخود قئی ہوجائے تو اس سے روزہ کی صحت پر اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:

"من ذرعه القئي فليس عليه قضاء۔"[3]

''جس پر قئی کے غلبے کی وجہ سے ازخود قئی ہوجائے تو اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔''

5-**حجامہ سینگی لگوانے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔** جیسا کہ حدیث میں ہے:

" أفطر الحاجم والمحجوم۔"[4]

''سینگی لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا''

اس حکم میں وہ بھی داخل ہے جو کسی کو خون عطیہ کرتا ہے، البتہ لیبارٹری ٹیسٹ کے لیے معمولی مقدار میں خون دینے والا اس حکم میں شامل نہیں ہے، اسی طرح بے اختیار (نکسیر، زخم سے یا دانت نکلوانے سے) خون نکلے تو وہ روزہ کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوں گے، حلق کی بجائے بذریعہ رگ پیٹ میں غذا پہنچے یا طاقت کا انجیکشن لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر طاقت کے انجیکشن کی بجائے عام انجیکشن

---

[1] صحیح بخاری:6669،صحیح مسلم:2709

[2] سنن ابی داؤد:2380،سنن ترمذی:720

[3] سنن ابی داؤد:2380،سنن ترمذی:720

[4] سنن ابی داؤد:2369،سنن دارمی:1730

بحالت روزہ لگوائے تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ یہ شک میں مبتلا کر رہا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"دع مایریبک إلی مالایریبک"[1]

ایسی حالت میں اگر روزہ دار اسے رات تک مؤخر کردے تو اچھا ہے لیکن اگر شدتِ مرض غالب ہے اور جان کے جانے کا خدشہ ہے تو شریعت کی عطا کردہ رخصت پر عمل کرے یعنی روزہ چھوڑ دے بعد میں اس کی قضا دے دے۔

6-حیض ونفاس: یہ بھی روزہ کو ختم کر دیتے ہیں، چاہے یہ خون فجر کے بعد شروع دن میں آئے یا مغرب سے کچھ لمحے پہلے آئے، اس صورت میں عورت روزہ نہیں رکھے گی بعد میں ان روزوں کو رکھے گی۔

نوٹ: بحالت روزہ ناک، کان میں ایسی دوا کے ڈالنے سے اجتناب کرے جس کا اثر حلق میں محسوس ہو، یا دوا کے حلق میں جانے کا اندیشہ ہو، بحالت روزہ دورانِ وضو کلی کرتے وقت اور ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ نہ کرے اس سے پیٹ میں پانی کے چلے جانے کا خدشہ ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

" وبالغ فی الاستنشاق إلاأن تکون صائما"[2]

''ناک میں خوب اچھی طرح پانی چڑھاؤ الا یہ کہ تم روزے سے ہو۔''

بحالت روزہ تھوک نگلنے، بالوں میں تیل ڈالنے، غسل کرنے (آج کل رمضان گرمی کے موسم میں آرہا ہے اس لیے اگر کوئی شخص گرمی یا پیاس کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا یا نہانا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، اس پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔[3] امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ گرمی کی وجہ سے کپڑا بھگو کر اپنے چہرے پر ڈالنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔[4] بخور لینے خوشبو سونگھنے سے روزے پر کوئی اثر نہیں

[1] سنن ترمذی:2523،سنن نسائی:5727

[2] سنن ابی داؤد:142،سنن نسائی:87

[3] صحیح بخاری:1925،صحیح مسلم:1109

[4] مصنف ابن ابی شیبہ:9214

پڑے گا، عورت کھانا پکانے کے دوران نمک وغیرہ معمولی چکھ سکتی ہے بشرطیکہ اسے نہ نگلے، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کے جواز کا فتویٰ منقول ہے، مسواک خواہ دن کے شروع میں کی جائے یا آخر میں اس سے روزہ پر فرق نہیں پڑتا، غبار، مکھی وغیرہ کے حلق میں جانے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، روزہ دار غیبت، جھوٹ، چغلی، گالم گلوچ سے مکمل اجتناب کرے، اپنے ان لمحات کو قیمتی جانتے ہوئے ذکرواذکار وتلاوتِ قرآن میں صرف کرے، اگر ان امور سے خود کو نہ بچا سکا تو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

"من لم یدع قول الزوروالعمل به فلیس للّٰه حاجة فی أن یدع طعامه وشرابه"[1]

''جوروزہ کی حالت میں قول زوراور عمل زور سے اجتناب نہیں کرتا اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ کو کوئی حاجت نہیں۔''

روزہ دار کو چاہیے کہ رمضان کی راتوں میں قیام اللیل کا اہتمام کرے بلکہ امام کے ساتھ قیام کرے اور اس کے ساتھ ہی فارغ ہو کر اپنے گھر کو لوٹے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"إنه من قام مع الإمام حتیٰ ینصرف کتب له قیام لیلة۔"[2]

''جو شخص امام کے ساتھ (نماز سے) فارغ ہونے تک قیام کرتا ہے تو اس کے لیے پوری رات (کے ثواب) کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔''

9 **روزہ کے قضا سے متعلق چند احکام:** رمضان کے روزے رہ جانے کے چند اسباب ہوتے ہیں جیسا کہ سفر، مرض وغیرہ یا غیر شرعی عذر جیسا کہ روزہ کی حالت میں مجامعت کرنا ہر دو صورتوں میں قضا واجب ہے، روزوں کی قضا جلدی دینا چاہیے، کسی عذر کی وجہ سے تاخیر کی بھی گنجائش ہے، قضا کے روزے مسلسل یا وقفوں سے بھی رکھ سکتا ہے، اس قدر تاخیر نہ ہو کہ اگلا رمضان بھی آجائے، ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے ذمہ رمضان کے قضا روزے ہوتے تھے جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری: 1903

[2] سنن ترمذی: 806

کی وجہ سے نہیں رکھ پاتی تو اگلے رمضان سے پہلے شعبان میں انہیں رکھ لیتی''[1]

اس سے معلوم ہوا کہ قضا کے وقت میں تنگی نہیں بلکہ وسعت ہے، اگر وسیع وقت بھی گزر گیا تو رمضان کے بعد فوراً ان کی قضا کی فکر کرے اس میں سُستی نہ کرے۔

10 **بڑی عمر کے بوڑھے اور نا قابل شفا بیماروں کے روزوں کا حکم:** جولوگ اس ماہ کو پالیں وہ روزہ رکھیں گے اور جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے وہ قضا کریں گے ایک تیسری قسم ان ضعیف وناتواں لوگوں کی ہے جو نہ روزہ رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی قضا کر سکتے ہیں ان کے لیے تخفیف کی گئی ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے:

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾[سورة البقره:184]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے وہ اپنے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع (625 گرام تقریباً) کھانا کھلائیں۔''[2]

اس حکم میں وہ مریض بھی شامل ہے جس کے شفایاب ہونے کی امید نہ ہو، حاملہ، مرضعہ جنہیں اپنے شیر خوار بچوں کی صحت کے نقصان کا خدشہ ہے وہ بھی روزہ افطار کرلیں اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں یہ کھانا کھلانا روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے ہے، بعد میں روزہ کی قضا دیں گی، اسی کو علامہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے مختلف صحابہ کرام سے نقل کیا ہے[3]۔

مسائل اعتکاف

یہ ایک مشروع اور مسنون عمل ہے اس کی فضیلت بھی حدیث میں آئی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

"من اعتكف يوماابتغاء وجه الله جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق كل خندق أبعدمابين الخافقين" [4]

---

[1] صحیح بخاری:1950، صحیح مسلم:2682

[2] صحیح بخاری:4505

[3] زادالمعاد2/29

[4] معجم اوسط طبرانی220/7، حدیث:7326

آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے[1] آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں اعتکاف کیا آپ ﷺ کی وفات کے بعد امہات المؤمنین نے مسجد میں اعتکاف کیا[2]

اعتکاف کی جگہ مسجد ہے اور یہ مسجد کی عبادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾ [سورۃ البقرہ:187]

''عورت بھی مسجد میں اعتکاف کرے جیسا کہ امہات المؤمنین مسجد میں اعتکاف کرتی تھیں۔''[3]

اعتکاف کرنے والا اکیسویں کی رات کو مسجد میں آجائے اور فجر پڑھ کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوجائے۔

یہ آخری عشرہ نہایت فضیلت کا حامل ہے اس میں اللہ پاک نے لیلۃ القدر کو رکھا ہے جس کی ''عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے'' (سورۃ القدر:3)

اس رات کے قیام کی فضیلت کا ذکر بھی حدیث میں آیا ہے:

"من قام ليلة القدر إيمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه۔"[4]

جوشخص لیلۃ القدر کا قیام ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کرے گا اس کے سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

اور اس رات کے تلاش کی ترغیب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو دی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

" تحروا ليلة القدر فی الوترمن العشرالأواخرمن رمضان"[5]

ترجمہ: ''رمضان کی آخری طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو''

---

[1] صحیح بخاری:2025، صحیح مسلم:1171

[2] صحیح بخاری:2026، صحیح مسلم:1172

[3] صحیح بخاری:2033، صحیح مسلم:1173

[4] صحیح بخاری:2008، صحیح مسلم:760

[5] صحیح بخاری:2020

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس آخری عشرے میں یہی معمول ہوتا تھا جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

" كان رسول ﷺ إذادخل العشر الأواخرمن رمضان أحياليله،وأيقظ أهله، وجدّ وشدّ مئزره۔ "[1]

"جب رمضان کا آخری عشرہ آتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب بیداری کرتے اپنے گھر والوں کو جگاتے خوب محنت کرتے اور کمر کس لیتے تھے"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بابرکت رات میں پڑھنے کے لیے یہ دعا سکھائی ہے:

" اللهم إنک عفو تحب العفو فاعف عني۔ "[2]

"اے اللہ! بے شک تو معاف کرنے والا معافی کو پسند کرنے والا ہے مجھے معاف کر دے"

ہمارے ہاں اس رات کے حوالے سے جتنے بھی غیر مسنون امور رائج ہیں ان سے اجتناب کرتے ہوئے ان مبارک ساعات کو قیمتی جانتے ہوئے انفرادی طور پر عبادات میں صرف کرنا چاہیے، نہ کہ ان اوقات کو کھانے پینے کے امور میں ضائع کرنا چاہیے۔

صدقۃ الفطر کے مسائل

یہ وہ صدقہ ہے جو رمضان المبارک کے اختتام پر ادا کیا جاتا ہے اس کی مشروعیت کی بہت سی حکمتیں ہیں، روزوں میں ہونے والی کمی کوتاہیوں کو دور کرتا ہے۔ فقرا مساکین کی عید کی خوشیوں کا سبب بنتا ہے روزوں کے اختتام پر اللہ پاک کے شکر کا اظہار ہے۔

صدقۃ الفطر فرض ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسلمان آزاد، غلام، مرد، عورت ہر چھوٹے بڑے پر فرض قرار دیا ہے جو کہ ایک صاع کھجوروں گندم یا جو وغیرہ سے ادا کیا جاتا ہے۔[3]

ایک صاع تقریبا اڑھائی کلو بنتا ہے، جنس سے ادا کرنا زیادہ افضل ہے جیسا کہ محولہ بالا حدیث میں

[1] صحیح بخاری: 7074، صحیح مسلم: 1174

[2] سنن ترمذی: 3513

[3] صحیح بخاری: 1503، صحیح مسلم: 2275

مذکور ہے،صدقۃ الفطر میں فقراء کی ضروریات کوملحوظ رکھتے ہوئے غلہ کی بجائے نقدی، پیسے دینا بھی جائز ہے، حدیث میں ہے: "أغنوهم في هذا اليوم"[1] یعنی اِس دن فقراء کو بے پرواہ کردو، اِس حدیث کےلفظ "أغنوهم" سے نقدی کے دینے کی گنجائش نکلتی ہے کہ مساکین کی ضروریات کے مطابق غلہ کےحساب سےنقدی بھی دی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے ادا کرنے کا وقت عید کی رات غروبِ آفتاب سے لےکرعید کی نماز کی ادائیگی سے پہلے پہلے ہے، ایک دو دن پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بعض صحابہ کا اس بارے میں عمل ملتا ہے۔[2]

اگرعید کی نماز سے پہلے ادا کرنا ممکن نہ رہا تو نماز کے بعد قضا کے طور پر ادا کرنا واجب ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے:

"من أداها قبل الصلاة فهي زكوة مقبولة ومن أداها بعدالصلاة فهي صدقة من الصدقات"[3]

جونماز سے پہلے ادا کرے گا وہ مقبول صدقہ ہے اورنماز کے بعد ادا کرے گا وہ عام صدقہ ہوگا، خاندان کا سربراہ اپنے زیرکفالت لوگوں کا صدقۃ الفطر ادا کرے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:

"أدوا الفطرة عمن تمونون۔"[4] جوتمہارے زیرکفالت ہیں ان کی طرف سےصدقۃ الفطر ادا کرو۔

نمازعید کے مسائل

عید کے دِن روزہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا''[5]۔

عید کے دِن کھانا: عیدالفطر کے روز کچھ کھا کرنماز کے لیے جانا اور عیدالاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے۔

---

[1] سنن دار قطنی: کتاب الزکوٰۃ حدیث :67

[2] صحیح بخاری:1511

[3] سنن ابی داؤد:1609

[4] سنن دارمی:2059

[5] صحیح بخاری:1990، صحیح مسلم:1137

نمازِ عید عیدگاہ میں ادکرنا سنت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں تشریف لے جاتے اور نمازِ عید ادا فرماتے [1]

شرعی عذر: اگر عید کے دن بارش ہو جائے تو مسجد میں نمازِ عید ادا کی جا سکتی ہے، جیسا کہ سیدنا عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما نے اپنے دور خلافت میں بارش کی وجہ سے مسجد میں عید کی نماز پڑھائی [2]۔

مستورات کا عیدگاہ میں جانا: اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہمیں دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکم ہوا کہ ہم حائضہ اور پردہ نشین مستورات کو بھی عیدین میں (اپنے ہمراہ) لے کر جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی دُعا اور خیر میں شامل ہو جائیں، لیکن حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک خاتون نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بعض دفعہ کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی فرمایا اس کی سہیلی اپنی چادر اسے اوڑھا چھپا کر لے آئے'' [3]۔

عیدگاہ کو پیدل آنا جانا اور آتے جاتے راستہ تبدیل کرنا سنت ہے [4]۔

نمازِ عید کا طریقہ: نمازِ عید خطبہ سے پہلے صرف دو رکعت ہے، اس میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت (تکبیر) ہے۔ [5]

تکبیراتِ عیدین:

نمازِ عید دو رکعت ہے، پہلی رکعت میں قرات سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت سے پہلے کہے اور ہر تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ اُٹھائے۔ [6] پہلے نماز پڑھی جائے گی۔ اس کے بعد خطبہ سنا جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری:973

[2] محلی ابن حزم128/5

[3] صحیح بخاری:324، صحیح مسلم:2091

[4] صحیح بخاری:986

[5] صحیح مسلم:887

[6] مسند احمد:6688

قرأت نمازِ عیدین

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿سبح اسم ربك الأعلیٰ﴾ اور دوسری میں ﴿هل أتاك حديث الغاشية﴾ پڑھتے [1] اور کبھی سورۂ ق اور سورۂ قمر بھی پڑھتے۔ [2]

مبارک بادی: نمازِ عید کے بعد مسلمان آپس میں ملاقات کریں تو ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد ان الفاظ میں دیں: تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ مِنْكَ [3]۔ ''اللہ پاک ہم سے اور آپ سے (عبادت کو) قبول فرمائے۔''

شوال کے چھ روزے: رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت احادیث میں آئی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

"من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال فذاک صيام الدهر" [4]

''جس نے رمضان کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے یہ زمانے بھر کے روزوں کی مانند ہیں۔''

یہ روزے عید کے بعد مسلسل یا وقفوں سے جس طرح سہولت ہو رکھ سکتا ہے، ماہ شوال میں ان کو پورا کرنا ضروری ہے اگر کسی کے ذمے قضا کے روزے ہیں تو پہلے انہیں رکھے پھر شوال کے رکھ لے یہ بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] صحیح مسلم: 878

[2] صحیح مسلم: 891

[3] مجمع الزوائد 2/206

[4] صحیح مسلم: 1164، سنن ابی داؤد: 2433، سنن ترمذی: 759

بچوں کی تربیت
کے رہنما اصول

بنت محمد رضوان [1]

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

نعم الإلہ علی العباد کثیرۃ واجلھن نجابۃ الاولاد

''نعمتیں معبود کی بندوں پر بے شمار ہیں پھولوں جیسے بچے ان میں سب سے بڑھ کر نعمت ہے''

ابتدائیہ:

اولاد والدین کے لیے ایک انمول تحفہ ہے جس کو حاصل ہو جائے ان کی زندگیاں ایک نیا رخ اختیار کر لیتی ہیں ان کی زندگیوں کا محور ان کی اولاد بن جاتی ہے۔ بعض اوقات اولاد کی خواہش میں انسان کے کئی ماہ و سال انتظار میں صعوبتیں جھیلتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور جن کو یہ نعمت حاصل ہوتی ہے تو کبھی والدین کی طرف سے بے رغبتی لا پرواہی نظر آتی ہے اور کہیں بے جا لاڈ و پیار۔ دین اسلام انسانی فطرت کی عکاسی کرتا ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اولاد کی خواہش نبیوں نے بھی کی۔

اولاد کی خواہش انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے

اولاد کی خواہش رکھنا ایک فطری عمل ہے: قرآن مجید میں سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا مذکور ہے۔

﴿وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا﴾ [سورہ مریم :5]

''(اے اللہ) مجھے اپنے مرنے کے بعد قرابت داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے پس

---

[1] انچارج ''علم النافع سینٹر'' مرکز الفرقان، کراچی

تو مجھے اپنے پاس سے بہترین وارث عطا کر۔

سیدنا زکریا علیہ السلام کی اس دعا کا محور نیک اولاد تھی جوان کے لیے اور آنے والے دور کے لوگوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہو۔ زکریا علیہ السلام کی ایک اور دعا اس ضمن میں قرآن میں موجود ہے۔

﴿قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾[آل عمران:38]

ترجمہ:''اے اللہ اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر دے۔ بے شک تو دعاؤں کو سننے والا ہے''

اولاد کے مزاج کی تشکیل اور سیرت و کردار کا انحصار بچپن پر ہوتا ہے کیوں کہ ان واقعات کی حیثیت ''النقش علی الحجر'' (پتھر کی لکیر) جیسی ہوتی ہے۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں چھ ماہ کا بچہ جو دیکھتا ہے وہ اس کے ذہن پر نقش اور اس کے نہاں خانہ دماغ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ جدید تحقیقات نے اس بات کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ دوران حمل میں کیے گئے والدین کے خصوصاً ماں کے کیے ہوئے عمل اخلاقیات، ایمانیات کے اثرات بچوں پر رونما ہوتے ہیں اور ان کے اندر جذب ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے " كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته "[1] (تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کی بابت پوچھا جائے گا) کا بنیادی اصول طے کر کے ہمیں اولاد کی تربیت کی ذمہ داری سونپی ہے۔

ہم مختصر طور پر ان مرحلوں کی جانب آتے ہیں جو والدین تربیت اولاد میں طے کرتے ہیں اور قرآن و حدیث سے صحیح طور پر ان مراحل کے لئے راہ نمائی لیتے ہیں۔

پہلا مرحلہ: ولادت سے قبل

دوسرا مرحلہ: ولادت سے 3 سال کی عمر تک

تیسرا مرحلہ: چار سال سے دس سال کی عمر تک

---

[1] مسند احمد:4495

چوتھا مرحلہ: دس سال سے چودہ سال کی عمر تک

پانچواں مرحلہ: پندرہ سال سے اٹھارہ سال کی عمر تک

پہلا مرحلہ

شریعت کی راہ نمائی ولادت سے قبل

اللہ رب العالمین نے نیک اولاد کی پرورش، نسل انسانی کی بقاء کے لیے ان کی ایمانی قوتوں کے لیے ابتدائے انسانیت کے مرحلوں پر میاں بیوی کو ''وظیفۂ زوجیت'' سے قبل دعا کی خصوصی تلقین کی ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس تعلق قائم کرنے کے لئے آئے تو یہ دعا پڑھے:

'' بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا '' [1]

اللہ کے نام کے ساتھ! اے اللہ ہمیں شیطان مردود سے بچا اور (اس اولاد کو بھی) شیطان سے بچا جو تو ہمیں عطا فرمائے۔

قرآن سے ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام کی پیدائش سے قبل ہی ان کی والدہ نے انہیں اور ان کی نسل کو شیطان سے بچانے کے لئے اللہ کی حفاظت میں دے دیا تھا۔

﴿وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۳۶﴾ [اٰل عمران: 36]

ترجمہ: ''بے شک میں اس بچے کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں''۔

لڑکا اور لڑکی دونوں نعمت ہیں

اللہ رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:

﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۵۰﴾ [الشوریٰ: 49-50]

ترجمہ: '' اللہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے

---

[1] بخاری و مسلم

لڑکے دیتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے''۔

لڑکی کی پیدائش آج بھی اس ترقی یافتہ دور سے خود کو منسوب کرنے والوں کے لیے اسی طرح ہے جیسے جاہلیت کے ادوار میں ہمیں جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ (الٹرا ساؤنڈ) جدید دور کی اس تحقیق کے نتیجے میں قبل از وقت معلومات حاصل کر کے لڑکی کو ابارٹ (Abort) کرانا اللہ ربّ العالمین کی نافرمانی، سخت گناہ کی طرف انسان کو راغب کر دیتا ہے۔

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [الانعام:140]

ترجمہ: ''یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بناء پر قتل کیا''۔

انسان اپنی نادانی اور مفلسی کے خوف سے اس گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اور اللہ رب العالمین نے اس فعل کو قتل کے نام سے منسوب کیا جس کا ایک نیا نام ہمارے ہاں Abortion کے نام سے معروف ہے۔ اللہ رب العالمین نے انسان کو سخت تنبیہ کی کہ یہ نہ کرو۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱﴾

ترجمہ: ''اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے'' [بنی اسرائیل:31]

اولاد آزمائش اور امانت ہے

پھر اے انسان! یہ بھی یاد رکھ یہ اولاد آزمائش ہے اور یہ بچپن کا دور انتہائی زرخیز قدرے طویل اور بہت اہم ہے آپ نے ان کی کردار سازی کے لیے بلند پایہ مہاراتِ حیات اور صحیح نظریات کا بیج بونا ہے لیکن یہ اتنی آسانی سے ممکن نہ ہو گا۔

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ [الانفال:28]

ترجمہ: ''اور جان رکھو تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں''

﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾

ترجمہ: ''یہ مال اور یہ اولاد محض دنیاوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہیں'' [الکھف:46]

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جان لیں کہ بچہ/ بچی والدین کے پاس امانت ہے اور اس کا دل منقش پاکیزہ موتی کی طرح ہوتا ہے جس پر کچھ بھی نقش کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کی اچھی پرورش کی جائے تو وہ دنیا اور آخرت میں سعادت مند رہتا ہے اور اپنے والدین واساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اس کی غلط تربیت کی جائے اور اس پر صحیح توجہ نہ دی جائے تو یہ اس کے لیے باعث شقاوت و ہلاکت بن جاتا ہے جو کہ نہ صرف اس بچے کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے بلکہ اس کا وبال بچے کے سربراہ اور ذمہ دار پر بھی پڑتا ہے۔ ترجمہ: ارشاد ربانی:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾[التحریم:6]

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ''۔

اس لیے والدین کو دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ سے اپنے بچے کی حفاظت کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔[1]

بچوں کی تعلیم وتربیت ایک بھاری ذمہ داری ہے یہ اولاد اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے یقینا کسی بھی امانت کی حفاظت کے لئے مکمل توجہ اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان امور اور اسباب سے بچا جاسکے جو اس امانت میں خیانت کا باعث بن سکتے ہیں۔ اب یہ آپ پر ہے کہ آپ اس کی حفاظت کریں یا اس کے کردار واخلاقیات کو معاشرے کے سپرد کردیں۔ اس آزمائش پر پورا اترنے کے لیے آپ نے ان تمام پہلوؤں کو اپنے عمل میں لاکر اسی پہلو پر ان کی تربیت کرنی ہوگی جس کے لیے آپ کو پہلے سے تیاری کرنی پڑے گی۔ اور یہ مراحل پوری زندگی آپ کو مسلسل کرنے ہوں گے جن کی ابتداء ان امور سے ہوگی۔

1۔ایمانی تربیت:

کلمہ طیبہ توحید سے خود کو معمور کرنا ہوگا اور تمام توہمات و بدعات سے خود کو بھی محفوظ رکھنا ہوگا تاکہ اس کے اثرات آپ کی اولاد میں منتقل نہ ہوں۔ ایمان کا چراغ ابتداء سے ان میں جلانا ہوگا جس کے

[1] التربية الاسلامية اصولها وتطور ها فى البلادالعربية:199

لیے خود کو ایمان سے منور کرنا ہوگا۔ مثلا دوران حمل کے توہمات اور بدعات سے خود کو محفوظ رکھنا ہوگا۔

☆ جیسے سورج گرہن چاند گرہن یہ صرف سائنسی حقیقت ہے ان سے متعلق امور کے بارے میں توہمات کا شکار نہ ہوں، اس سے آنے والے بچے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کوئی دن یا گھڑی منحوس نہیں ہوتی۔

☆ گود بھرائی بدعات میں سے ہے، ہندوانہ رسم ہے سنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

☆ یہ تصور غلط ہے کہ دوران حمل کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لیے جانے سے یا جنازے سے حمل ضائع ہوجاتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ان تمام باتوں کے لیے کافی ہے۔ آپ نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، نہ ہی الو (کی نحوست) نہ ہی ستارے (کی وجہ سے بارش) اور نہ ہی صفر (کے مہینے کی کوئی حقیقت ہے۔)[1]

اپنی ایمانی تربیت کر کے اس کی ایمانی تربیت کی تیاری پہلے سے کرنا ہوگی۔ ان میں اللہ رب العالمین کی محبت دوران حمل سے ہی ڈالنا ہوگی۔ جدید تحقیق اس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ ہمارا بچہ سنتا بھی ہے، سمجھتا بھی ہے React بھی کرتا ہے اس کو اس گود حمل سے ہی محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ کا درس دیں۔

2۔اخلاقی تربیت:

دوران حمل آپ کا بچہ آپ سے سیکھتا ہے۔ آپ کس قسم کے الفاظ بولتے ہیں۔ آپ کیا سننا پسند کرتے ہیں۔ آپ کیا دیکھتے ہیں یہ سب جو آپ دوران حمل کر رہے ہوں گے آپ کا بچہ وہ سب اثرات قبول کرے گا۔ تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا خاص طور پر اس حالت میں، پھر کم بولنا اچھا بولنا، ہنسنا مسکرانا، شکر کے ساتھ اللہ کی طرف سے ملنے والی نعمت کو قبول کرنا اور خود جھوٹ غیبت گندے الفاظ کی ادائیگی سے بچنا تا کہ بری عادات واخلاق ان میں جذب نہ ہوجائیں۔ ماں ہونے کے ناطے ایک ماں کو سسرال سے ہونے والے معمولی تنازعوں پر قوت برداشت کرنا اور غلطی پر Sorry کرنے کی عادت ڈالنا کہ ان کے اندر بھی غلطی پر جواز (Justification) کی عادت نہ آنے پائے۔

---

[1] صحیح مسلم

3۔جسمانی تربیت:

ایسا کیوں ہوتا ہے اکثر جو ہمیں پسند ہو وہ ہماری اولاد کو بھی پسند ہوتا ہے۔ جو خوراک ہم کھاتے ہیں دوران حمل ایک ماں جو کھاتی ہے وہی ذائقہ بچوں میں منتقل ہوتا ہے اشد ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ صحت مند غذا سنت کے مطابق کھائیں تا کہ وہی عوامل آپ کی اولاد میں نظر آئیں۔ اپنی صفائی طہارت کا اہتمام کریں تا کہ آپ کی عادتیں خصلتیں ان میں بھی منتقل ہوں اور عمر کے ساتھ ساتھ آگے جا کے آپ نے ان کو اس کے فوائد اہمیتیں اور اجاگر کرنا ہوں گی۔ اور ان کو ابتداء سے ہی خود یاد رکھیں ان میں بھی ڈالنا ہوگا۔ اللہ نے جیسے چاہا ہمیں اپنی پسند سے بنایا یہ اعزاز ہے۔

4۔عقلی تربیت:

ان کی تعلیم کا خاص خیال رکھنا۔ دوران حمل سے انتہائے عمر تک انہیں جنت وجہنم کی آگاہی دینا جس کے لیے آپ نے دوران حمل خود بھی وہ کام اپنانے ہیں جو جنت کے مستحق بنائیں اور جہنمیوں والے کاموں سے خود بھی بچنا ہوگا۔ ایسا ہرگز نہ کریں کہ آپ خود 9th Month Duration ٹی وی، فضول لٹریچر زنماز سے بے رغبتی جیسے فضولیات میں اپنا وقت برباد کریں، یاد رکھیں اس کے گہرے اثرات آپ کے بچوں پر آئیں گے۔

5۔نفسانی تربیت:

اگر والدین خود دین کی راہ نمائی پر چلنے والے ہوں تو بچیوں میں ہرگز EQ develop نہیں ہوگا۔ دین پر عمل کرنے میں جب ابتداء سے آپ نہ خود شرمندہ ہونے والے ہوں تو وہ بھی نہ ہوں گے اور خود کو بہت معزز سمجھیں گے۔

6۔معاشرتی وجنسی تربیت:

آپ خود اس مرحلے میں ذمہ دار ہوں گے یہ سب ان میں بھی منتقل ہوگا۔ احساس کمتری کا آپ شکار نہ ہوں گے ان میں بھی یہ کمیاں نہیں آئیں گی۔ اور وقت آنے پر ان کی بھی جسمانی تربیت کی جائے انہیں ان میں آنے والی تبدیلیوں کو وقت پر بتایا جائے اور دوران حمل اپنے جنسی جذبات پر خصوصی ضبط کر کے جائز حلال طریقے سے ہی پورا کیا جائے۔

دوسرا مرحلہ

ولادت سے تین سال کی عمر تک

بچے کو شیطان سے محفوظ رکھنے کے لیے اللہ کی پناہ میں دیا جائے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بچہ ایسا نہیں جس کی پیدائش پر شیطان اس کو کونچا نہ مارے، کہ وہ اس کے کونچا مارنے سے روتا ہے۔ مگر مریم علیہا السلام اور ان کے بچے کو شیطان کونچا نہ دے سکا“ [1]۔

سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے انہیں اور ان کی نسل کو شیطان سے بچانے کے لیے اللہ کی حفاظت میں دے دیا تھا انہوں نے دعا کی۔

﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝۳۶﴾ [آل عمران:36]

ترجمہ: ”بے شک میں اس بچے کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں“۔

نومولود کے کان میں اذان واقامت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس کے ہاں بچہ ہو وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں میں اقامت [2]۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> اذان اور تکبیر کہنے کا راز یہ ہے کہ انسان کے کان میں سب سے پہلے اس عظیم اعلان کے الفاظ پڑیں جو باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر مشتمل ہوں۔ اسے وہ حکم شہادت سنائی دے جو اسلام میں داخل ہونے کی اولین شرط ہے۔ بچے کے سامنے ان الفاظ کی ادائیگی دنیا میں اس کی آمد کا اسلامی شعار ہے جیسا کہ دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سامنے کلمہ توحید پڑھا جاتا ہے۔ اس چیز کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بچے نے اگر اسے نہ سمجھا ہو پھر بھی اس کے دل میں اس کا اثر سرایت کر جاتا ہے اور وہ اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم

[2] ابن سنی

[3] التربية الإسلامية

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "تحنیک"

تحنیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ہے۔ جو وہ ہر نومولود بچے کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ کھجور چبا کر بچے کے تالو پر ملنا اور تھوڑا سا منہ میں ڈالنا۔

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو منہ مبارک میں نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی"[1]۔

شکر کثیر:

ارشاد ربانی ہے:﴿وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ۝﴾

ترجمہ: اگر تم شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ عطا کروں گا اور لیکن اگر ناشکری کرو گے (اسے ضائع کرو گے) تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے۔[ابراھیم:7]

اچھا نام رکھنا:

سیدنا ابو وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم پیغمبروں کے نام پر نام رکھا کرو اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہے"[2]۔

عقیقہ کرنا بال منڈھوانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے اگر کوئی اپنے بچے کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری دے"[3]۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"اے فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا سر منڈھواؤ اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرو"[4]۔

---

[1] بخاری

[2] ابو داؤد نسائی

[3] ابو داؤد

[4] مشکوٰۃ

مدت رضاعت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾

ترجمہ: ''جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال تک دودھ پلائیں''۔[البقرہ:233]

ختنہ کرانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ کام اعمال فطرت میں سے ہیں: ختنہ، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں کاٹنا، ناخن اتارنا اور بغلوں کے بال نوچنا''[1]۔

تعلیم وتربیت:

دین عقیدہ توحید کی معرفت کروانا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سکھاؤ''[2]

محبت وشفقت کا برتاؤ:

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایک ران پر بٹھا لیتے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران پر پھر ہم دونوں کو گلے لگا لیتے اور کہتے اے اللہ میں ان پر شفقت کرتا ہوں تو بھی ان پر مہربانی فرما''۔[3]

آداب لباس سکھانا:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: تمہاری ماں نے تمہیں یہ پہننے کو کہا تھا؟ میں نے عرض کیا میں انہیں دھو کر (ان کا رنگ اتار) دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بلکہ انہیں جلا دو''[4]

---

[1] بخاری

[2] سنن ترمذی

[3] بخاری

[4] مسلم

دوسری روایت میں فرمایا: ''یہ کافروں کا لباس ہے اسے نہ پہنا کرو''[1]۔

تحفے دینا:

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: '' ایک دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا میرے ساتھ کچھ اور لڑکے بھی تھے ہم آپ کے پاس گئے تو آپ کھجوریں کھا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک ایک مٹھی ہمیں بھی عطا فرمائی اور ہمارے سر پر ہاتھ پھیرا''[2]۔

سچ بولنے کی تاکید کرنا:

سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں تھے کہ مجھے میری والدہ نے بلاتے ہوئے کہا آؤ میں تمہیں کچھ دیتی ہوں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ اس نے عرض کیا: کھجور، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' اگر اسے کچھ نہ دیتی تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا''[3]۔

تیسرا مرحلہ

چار سے دس سال کی عمر تک

حسن آداب و اچھی سیرت دینا:

سیدنا سعد بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہتر کوئی چیز نہیں''[4]۔

فرائض کی تاکید:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کی تاکید کرو''[5]۔

---

[1] مسلم

[2] معجم اوسط طبرانی

[3] ابی داؤد

[4] ترمذی

[5] ابو داؤد

حیا کی آبیاری:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے بچے جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر بھی الگ الگ کردو''۔[1]

اچھی تربیت:

اولاد کے لیے والدین خصوصا ماں کی گود پہلی درس گاہ ہوتی ہے لہذا ان پر تربیت کی بھاری ذمہ داری آتی ہے۔ کسی بھی عمارت کی بنیاد میں اگر پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی لگ جائے تو پوری دیوار ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ آج کے والدین اولاد کے اعلیٰ مہنگے تعلیمی اداروں میں داخلوں پر تو توجہ دیتے ہیں لیکن اچھے با کردار انسان بنانے کی فکر نہیں کرتے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ نے فرمایا: ''ہر ایک بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مشرک بناتے ہیں اس لیے اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو''[2]۔

دنیا پر آخرت کو ترجیح دیں:

والدین غیر شعوری طور پر اللہ کے مقرر کردہ فرائض مؤخر کر کے بچے کے سامنے دنیاوی کاموں کو اہمیت دیتے ہیں مثلاً اکثر والدین بچوں کو فجر کے لیے نہیں اٹھاتے کہ وہ تھکے ہوئے ہیں روزے نہ رکھنے کا کہتے ہیں کہ پڑھ پڑھ کر کمزور ہو جائیں گے امتحانات کے ابتداء میں قرآن پڑھانے والوں کی چھٹی کر دیتے ہیں، وقت نہیں ہے۔ یہ ساری فکر کا محور یہ ہوتا ہے یہ اولاد پڑھ لکھ کر ایک کامیاب انسان بن جائے جس کا معاشرے میں Status ہو۔ گھر، گاڑی، بنگلہ۔

لیول:

کیا دوران تربیت یہ Level یاد آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے سو درجے ہیں

[1] ابو داؤد

[2] بخاری

اور ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت کا فرق ہے"[1]۔

کیا یہ فکر ہوئی کہ میری اولاد کا Level کیا ہوگا کہاں گھر ملے گا جنت میں ملے گا بھی یا نہیں؟ پڑھائی پر Compromise نہیں کیا والدین نے بچوں کو جنت الفردوس کی طرف دوڑنے والوں کی صف میں دوڑایا؟ اس کے لیے محنت کا کہا؟ ان کو مقصد حیات بتایا؟

بچے کو خوبصورت نصیحت:

آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے فرمایا: "اے بیٹا! میں کچھ باتیں سکھاتا ہوں۔ تم اللہ کی شریعت کی پابندی کرو گے وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اس کی شریعت کی پابندی کرو گے تم اسے اپنی مدد کے لیے تیار پاؤ گے تم جب بھی مانگو اللہ سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ سے چاہو اور یہ بات ذہن میں رکھو اگر سارے لوگ اکٹھے ہو کر تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں تو تمہیں اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھا ہے اور اگر پوری دنیا تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے کے لیے اکٹھی ہو جائے تو وہ تمہیں اس کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے"[2]۔

بچوں کے کھلونوں کی قدر:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شادی کے وقت نبی ﷺ کے گھر اپنے کچھ کھلونے لے کر گئیں تھیں جس سے کھیلا کرتی تھیں اور آپ ان کو سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کی ترغیب بھی دلاتے تھے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بچے کو کھیل سے روکنا اور اسے ہر وقت پڑھتے رہنے کو کہنا اس کے ضمیر کو مردہ کر دیتا ہے۔ بچے کو دن کے کسی حصے میں سیر اور ورزش کا عادی بنایا جائے تا کہ اس پر سستی غالب نہ آئے[3]۔

---

[1] ترمذی

[2] جامع ترمذی و مسند احمد

[3] احیاء علوم الدین

ملامت نہ کرنا:

زیادہ ڈانٹ سننا آدمی کے اپنے لیے باعث ندامت ثابت ہوتا ہے اس سے بچہ ضد کرنے لگتا ہے یہی وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت گریز کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابی سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے دس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اللہ کی قسم نہ تو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اف کہا اور نہ یہ کہا کہ تم نے ایسے کیوں کیا یا ایسے کیوں نہیں کیا[1]۔

راز چھپانے کی تلقین:

سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا اس کے بعد مجھے ایک راز کی بات بتائی جسے میں لوگوں میں سے کسی کو نہ بتاؤں گا[2]۔

بچوں کے ساتھ کھانا کھانا:

سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ کھانے کے دوران میں اپنے ہاتھ کو برتن میں جا بجا گھما رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اپنے دائیں ہاتھ سے اور اپنے قریب سے کھایا کرو۔

بچوں کے لیے نظر بد کا دم:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسوں حسن اور حسین رضی اللہ عنھما کو نظر بد اور تکلیف سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ دعا پڑھ کر دم کرتے تھے۔

" أُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ " [3]

ترجمہ: میں تم دونوں کو اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے۔ اس کے علاوہ معوذتین اور آیۃ الکرسی بھی پڑھنا اس کا علاج بتایا۔

---

[1] بخاری

[2] صحیح مسلم

[3] صحیح بخاری

چوتھا اور پانچواں مرحلہ

عشاء کے بعد سونے کی تربیت:

آپ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند فرماتے تھے [1]۔

کام کرنے کا ڈھنگ سکھانا:

رسول اللہ ﷺ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے وہ بکری کی کھال اتار رہا تھا اسے دیکھ کر فرمایا: ''ایک طرف ہو جاؤ میں تمہیں کھال اتار کر دکھاتا ہوں'' [2]۔

گھر میں داخلے کے آداب سکھانا:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے میرے پیارے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو السلام علیکم کہا کرو یہ چیز تمہارے اپنے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے باعث برکت ہوگی [3]۔

علماء کی ہم نشینی و احترام:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ: ''نیک اور متقی لوگ ہمارے سردار ہیں اور فقہا ہمارے پیش رو، ان کے ساتھ بیٹھنا علم میں اضافے کا باعث ہے'' [4]۔

بڑوں کا ادب سکھانا:

ایک دفعہ عبدالرحمن بن سہل اور حویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما، نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عبدالرحمن نے بات شروع کر دی تو فرمایا: ''بڑے کو بات کرنے دو بڑے کو بات کرنے دو'' [5]۔

---

[1] صحیح بخاری

[2] سنن ابی داؤد: کتاب الطهارة، باب الوضوء من اللحم

[3] سنن ترمذی

[4] مجمع الزوائد

[5] صحیح بخاری

قرآن وحدیث کو اہم رکھنا اس کی محبت دل میں بٹھانا:

سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’اے اللہ اسے دین کی فہم وفراست عطا فرما اور اسے قرآن کی تفسیر سکھا دے‘‘[1]۔

علم کی پیاس پیدا کرنا:

لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تم نہ علم کو مقابلے کے لیے سیکھو اور نہ جہلاء سے جھگڑنے کے لیے اور نہ ہی محفلوں میں ریاء وغرور کے لیے جب تم کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دیکھو تو ان کے پاس بیٹھ جاؤ اگر تم صاحب علم ہوئے تو تمہارا علم مفید ہوگا اور اگر تم جاہل ہو گے تو وہ تمہیں اپنے علم سے مستفید کریں گے۔

بچوں کو کتابت سکھانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾[القلم 1،2]۔ن، قلم کی قسم ہے، اوران کی تحریر کی قسم ہے۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ ایک قابل محترم چیز ہے اور اس سے لکھنے والے بھی اسی طرح محترم ہیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترغیب:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[آل عمران:110]

ترجمہ: (مومنو!) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ عزوجل پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں (لیکن تھوڑے) اور اکثر نافرمان ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری

صبر:

﴿يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾[لقمان:17]

ترجمہ:''بیٹا نماز کی پابندی رکھنا اور (لوگوں کو) اچھے کاموں کے کرنے کا امر اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تجھ پر واقع ہو اس پر صبر کرنا، بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں''۔

غرور تکبر سے بچانا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

ترجمہ:''اور (از راہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا''۔[لقمان:18]

دھیمی آواز:

﴿وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾[لقمان:19]

ترجمہ:''اور اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا اور (بولتے وقت) آواز نیچی رکھنا کیونکہ (اونچی آواز گدھوں کی سی ہے اور کچھ شک نہیں کہ) سب سے بری آواز گدھوں کی ہے''۔

خلاصہ کلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔آدمی کے گنہگار ہونے کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو ضائع کردے[1]۔

جس طرح اولاد کے لیے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا متعدد بار حکم ہے اسی طرح والدین کے لیے بھی اولاد کی صحیح منہج پر تربیت کرنا لازم وملزوم ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ شریعت کے مطابق اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہوئے ایک اسلامی معاشرہ قائم کریں۔

درود وسلام ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے بحیثیت والد یہ کردار عملاً کر کے ہی نہیں دکھایا بلکہ بحیثیت نبی امت کے والد بن کر بھی عملاً تربیت کر کے دکھائی اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک ہے عزت وذلت کے تمام اختیار اس کے ہاتھ میں ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

★★★★★★★★★★★★

---

[1] ابو داؤد

دینی و دنیاوی

تعلیمی اداروں کی تقسیم کیوں؟

حافظ محمد یونس اثری [1]

دین اسلام دینِ مساوات ہے۔ جس میں کسی دنیاوی بنیاد پر کسی شخص کو فوقیت نہیں دی گئی، بلکہ سب انسان ہونے کے ناطے برابر ہیں، اور اس برابری کو قرآن مجید و احادیث نبویہ میں بارہا بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات : 10]

''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''کسی کالے کو گورے پر، گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔'' ایک حدیث میں فرمایا:

"ان اللہ لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم"۔ [2]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور مال و دولت کی جانب نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مسئلہ چوری کے حوالے سے آیا اور چوری کرنے والی عورت کا تعلق ایک اونچے گھرانے، بنومخزوم قبیلے سے تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سفارش کی گئی کہ اسے معاف کر دیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔'' [3]

---

[1] مدرس المعھد السلفی کراچی

[2] صحیح مسلم : 2564

[3] صحیح بخاری : 4304

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں یہ سبق موجود ہے کہ نفاذ حدود میں تقسیم وتفریق کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہ دین اس قدر مساوات کے اصولوں پر قائم ہے کہ اس میں کسی بھی قسم کی طبقاتی تقسیم کی کوئی گنجائش نہیں، خواہ وہ لسانی ہو یا کسی اور بنیاد پر۔ اسلام کے قوانین، اصول وضوابط تمام افراد کے لئے ہیں۔ اوراسی طرح تعلیم کا معاملہ ہے۔ کہ قرآن مجید خود تعلیم کے حصول کی دعوت دیتا ہے، مگراس کے حصول میں کوئی تقسیم اس طور پر نہیں کرتا کہ کسی خاص طبقہ، علاقہ، قوم، ذات تک اسے محدود کر دیا جائے۔ بلکہ اس کی تعلیمات میں بھی عموم ہے یعنی اس کی تعلیمات سب کے لئے ہیں اوران تعلیمات کے حصول میں بھی عموم ہے جو چاہے سیکھے، جہاں چاہے سیکھے، اس حوالے سے کسی قسم کی تقسیم وتفریق کا دین اسلام میں تصور تک نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں آج تعلیم کے حوالے سے دوطرز منظر عام پر آچکے ہیں۔

1. دنیاوی تعلیم (یہ الگ بات ہے کہ امیر وغریب اورسرکاری، غیر سرکاری اور دیگر تقسیمات میں اس نظامِ تعلیم کو بھی بانٹ دیا گیا ہے۔)
2. دینی تعلیم (امیر وغریب کی تقسیم میں تو اسے بانٹا نہیں گیا۔ البتہ عقائد ونظریات میں اختلاف کی بنیاد پر وجود میں آنے والے مختلف مکاتب فکر کی حیثیت سے اس میں بھی تقسیم ضرور موجود ہے۔)

آج لوگ میڈیا پر مختلف قسم کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہیں۔ کبھی نظامِ تعلیم کے حوالے سے خامیوں پر بات کی جاتی ہے، تو کبھی اس حوالے سے ہر شخص اپنی فکر کے مطابق تجاویز دیتا ہے، کبھی کوئی اس کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہراتا ہے۔ تو کبھی کوئی وسائل کے رونے روتا ہے۔ اور کبھی مجموعی طور پر دینی اور دنیاوی تعلیم میں فرق کی آواز لگائی جاتی ہے۔ اوران کے درمیان تقابل کیا جاتا ہے۔ اورکوئی کھلے لفظوں میں، کوئی غیر محسوس انداز میں دینی مدارس پر انگلیاں اٹھاتا ہے۔ مشورے وتجاویز دینے والے لوگ یہ راگ بھی الاپتے ہیں کہ یہ دنیاوی تعلیم کو دینی مدارس میں بھی ہونا چاہئے۔ یہ الگ بات ہے اس کے دوسرے رخ پر روشنی ڈالنے سے اجتناب کیا جاتا ہے، کہ اس دینی تعلیم کو کما حقہ ہر لیول (Level) کی دنیاوی تعلیم کے ساتھ لازم ہونا چاہئے۔ بہر حال اس تمام تر گہما گہمی اور گرما گرمی میں ایک موضوع کہیں نظر نہیں آتا اور وہ یہ ہے کہ بحیثیت مسلم ہم ذرا اس موضوع کو اس نظر سے دیکھیں کہ کیا اوائل اسلام کے دور میں اس طرز کی تقسیم موجود تھی کہ ایک طرف دنیاوی یونیورسٹیاں قائم کردی

جائیں اور دوسری طرف دینی مدارس؟؟اور یونیورسٹی میں وہ جائے جو یورپ سے متاثر ہے اور مدرسہ میں وہ جائے جو دین سے متاثر ہے۔

کیااس طرح کی کوئی تقسیم موجود تھی؟؟زیرنظر تحریر میں ان شاء اللہ ہم اسی تقسیم کی حقیقت پر روشنی ڈالیں گے۔

یہ بات واضح ہے اوراس میں کوئی دورائے نہیں کہ ان کالجز اور یونیورسٹیز کی تعلیمات کے مقصد کو اگر دولفظوں میں بیان کیا جائے،تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اُن علوم وفنون کا علم جس کے ذریعے سے ہم دنیاوی طور پر ترقی کی راہ پر گامزن ہوں اور امرِ واقع یہ ہے کہ آج یونیورسٹی کا طالب علم اسی واحد مقصد کے حصول کے لئے حد درجہ مستغرق ہے اوراس نشے میں ازسرہی دینی تعلیم سے دوری اختیار کئے ہوئے ہے۔اوراب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ آج کا یہ یونیورسٹی کا طالب علم صرف نام کا ہی مسلمان رہ گیااور دینی مبادیات سے بھی مکمل طور پرنا آشنا ہے۔

ہمارا یہ سوال کہ کیا اوائل زمانہ میں دینی ودنیاوی تعلیمی اداروں کی تقسیم تھی؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اس قسم کی کوئی تقسیم نہیں تھی۔اور نہ ہی یہ تقسیم کسی طور صحیح ہے۔دورِاوائل میں مسلمان جہاں دینیات سے مکمل شغف رکھتے تھے،وہیں وہ دنیاوی علوم وفنون میں،بدرجہ اتم مہارت رکھتے تھے،خواہ دنیاوی علوم وفنون سے متعلقہ کوئی بھی عنصر ہو،کسی عنصر کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان اس سے نا آشنا تھے،اور یہاں یہ بات بھی واضح کی جاتی ہے کہ دین اسلام دنیاوی علوم وفنون کو سیکھنے،ان میں مہارت حاصل کرنے سے قطعاً نہیں روکتا،البتہ یہ ضرور ہے کہ جس علم وفن کی جو حیثیت ہے،اسلام اس سے زیادہ اس کو حیثیت نہیں دیتا۔مسلمانوں کا ان علوم وفنون میں بھرپور حصہ لینا،اور شریعت کا اس سے نہ روکنا اس بات کی دلیل ہے کہ دنیاوی تعلیم کو دین سے ماوراء نہیں سمجھا جاسکتا۔مسلمانوں کا اس حوالے سے کس طرح سے حصہ رہا ہے؟ یہ درج ذیل نکات سے ثابت کئے دیتے ہیں۔

1 مسلمانوں کی ایجادات:

ہمارے مؤقف کی تائید میں سب سے واضح مثال مسلمانوں کی ایجادات کی ہے۔مسلمانوں کی ایجادات میں سے صرف ایک مثال جو کہ قرآن مجید سے ثابت ہونے کی وجہ سے سب سے بڑی مثال

ہے اور وہ نوح علیہ السلام کی ہے جو کہ نبی بھی تھے اور نبی کی ذمہ داری دینی تربیت اور علم کو عام کرنا ہوتی ہے۔ اور نبی ہونے کے ساتھ ہی وہ ایک ایسی چیز کے مؤجد ہیں کہ ان سے پہلے اس قسم کی ایجاد کا وجود تک نہیں تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اتنی بڑی کشتی بنائی تھی کہ جو نوح علیہ السلام کی قوم کے کئی افراد بلکہ مختلف مخلوقات کے جوڑے اسی کشتی میں تھے اور یہ کشتی ان سب کے لئے کافی ووافی تھی۔ تصور تو در کنار، لوگ مذاق اڑاتے تھے، بلکہ قوم نوح کے لوگ مذاق اڑاتے ہوئے کشتی میں پاخانہ کر جاتے، مگر سیدنا نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کی اور اتنی بڑی تھی کہ مختلف مخلوقات کے جوڑے اس میں آ گئے۔ اور مذاق اڑانے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے اور سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہونے والے اس عذاب سے محفوظ ہو گئے۔

یہاں قابل غور بات یہی ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام ایک نبی بھی ہیں اور ایک فن کے ماہر بھی ہیں، سائنسدان بھی ہیں۔ اور یہ تو ایک ایسی ایجاد کا تذکرہ ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے، ورنہ مسلمانوں کی ایجادات پر مشتمل کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا اس حوالے سے بڑا حصہ رہا ہے۔ اور دین اسلام نے قطعاً اس تقسیم کی روش اختیار نہیں کی۔ اور مختلف علوم وفنون کے حوالے سے مسلمانوں نے جو مہارت حاصل کی اور اس حوالے سے دلچسپی رکھی اس کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

2 مروجہ زبان کو سیکھنا

آج ترقی پسند لوگ مروجہ زبان انگریزی کو سیکھنے کے بڑے دلدادہ ہیں، اور انگریزی سیکھنے سکھانے کو اس طرح سے پیش کیا جاتا ہے کہ اس زبان کو مدارس میں نہ پڑھانے کی وجہ سے مدارس پر خوب تنقید کی جاتی ہے، عرض یہ ہے کہ وقت کی مروج زبان کو اس لئے سیکھنا کہ اس کے ذریعے سے دینی و دنیوی فوائد حاصل کئے جاسکیں، شریعت اسے اچھی نظر ہی سے دیکھتی ہے، اور خود نبی ﷺ کے دور سے اس کی اصل موجود ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کی ترغیب دلائی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو کہ کاتب وحی بھی ہیں اور اس دور کی معروف زبان کو بھی

آدھے مہینے میں سیکھ لیتے ہیں۔[1]

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو وقت کی مشہور زبان سیکھنے کی ترغیب دلائی تاکہ ان اقوام سے روابط اور ان تک دین اسلام بآسانی پہنچایا جاسکے نیز دیگر فوائد کو بھی حاصل کیا جاسکے۔

بعض دیگر صحابہ بھی مختلف زبانوں کو جانتے تھے اور انہوں نے مختلف زبانوں میں دین اسلام کی تبلیغ کا کام بھی کیا۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض الفاظ کی اصل بتائی کہ یہ فلاں زبان کا لفظ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا دیگر زبانوں سے بھی واقفیت رکھنا یہ واضح کر دیتا ہے کہ اسی بنیاد پر موجودہ دور میں مدرسے اور دنیاوی علوم کی یونیورسٹی کی تقسیم صحیح نہیں، یعنی دنیاوی علوم کی یونیورسٹی میں اس طرح کی زبانوں کو سیکھا جائے اور مدارس میں دین۔

3 کتابت:

کئی ایک کاتبینِ وحی کتابت کے فن سے واقف تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو لکھا۔ مثلاً عبداللہ بن عمرو بن عاص، امیر معاویہ، علی رضی اللہ عنہم، اور سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے احادیث زبانی یاد کیں لیکن ان کے شاگرد ہمام بن منبہ نے اسے لکھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ بھی کتابت کے ماہر تھے۔

صحابہ کرام کا لکھنا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھوانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ لکھنے لکھانے کا کام صحابہ جانتے تھے جو انہوں نے کسی عصری ادارے میں جا کر نہیں سیکھا تھا، اور نہ ہی اس وقت اس فن کے سیکھنے کی موجودہ مروجہ تقسیم موجود تھی۔ جس سے یہ بھی واضح ہے کہ اس فن کو دنیاوی قرار دے کر مذہب سے بالاتر قرار نہیں دیا گیا بلکہ دین کی سب سے بڑی خدمت میں اسی فن کے ذریعے سے سہارا لیا گیا۔

4 ریاضیات

جہاں تک ریاضی کی بات کی جائے تو ریاضی کی اصل بھی اسلام میں موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ

---

[1] جامع ترمذی: 2715

صدقۃ الفطر، زکوۃ ،عشر ،رکاز اور علم وراثت کے مستقل نصاب یہ سب کے سب اس فن کے متقاضی ہیں،تو یہ کیسے ہوسکتا ہے، اسلام ان کا حکم تو دے مگر اس کے کامل طور پر ادائیگی کے لئے حساب کتاب (calculation) کی ترغیب نہ دلائے، یہی وجہ ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے[1] کے مقابلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو نبی ﷺ نے قبول کیا کہ ان قیدیوں سے فدیہ لے کر اوران کے پڑھے لکھے لوگ، ہمارے ان پڑھ افراد کو پڑھائیں اور پھر انہیں آزاد کردیا جائے۔

بہرحال اس واقعے سے آپ ﷺ کا اس حوالے سے خصوصی شغف رکھنا ثابت ہوا، اور ساتھ یہ بھی واضح ہوا کہ اس کے سیکھنے، سکھانے کے لئے کوئی جگہوں کی تقسیم نہیں کی گئی کہ یہاں دینی علم اور وہاں دنیاوی علم ہو۔

5 وکالت

آج حالت یہ ہے کہ وکالت کے حوالے سے مختلف کالجز اور یونیورسٹیاں قائم ہیں ،اور ان یونیورسٹیز میں جو قوانین پڑھائے جارہے ہیں ،اغیار سے ماخوذ ہیں،اس علم کو بھی مدرسے سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے،جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ،جبکہ وکالت اور قضاء کے جو قوانین اور ضابطے اسلام نے مقرر کئے ہیں کسی اور نظام میں یہ امتیاز نظر نہیں آتا،جس کی تفصیل کو کسی اور موقع کے حوالے کئے دیتے ہیں ، یہاں ہم اس جانب توجہ دلا رہے ہیں کہ اسلامی ملک میں یہ فیکلٹی (Faculty) تو مدرسے کے حصے میں آنی چاہئے ، جہاں بالتفصیل اسلامی نقطۂ نظر سے قضاء پر بات ہوتی ہے،مگر کوئی مدرسہ سے فارغ التحصیل طالب علم اس حیثیت کو پالے یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، بلکہ اسے علیحدہ سے یہ پروفیشنل ڈگری حاصل کرنی پڑے گی ، اور مدرسے کو یہ حیثیت دے دی جائے ، یہ ہمارے معاشرے میں نہیں ہوسکتا۔ میرا اس ذہن کے لوگوں سے سوال ہے کہ تاریخِ اسلام پر نظر ڈالئے کہ کہیں یہ بات موجود ہے کہ فلاں قاضی (جج) فلاں عصری یونیورسٹی سے سرٹیفائیڈ ہے؟ کہیں بھی ایسا نہیں ملے گا ، ملے گا تو یہی فلاں قاضی صحابی، فلاں تابعی، اور فلاں قاضی فلاں امام

[1] وہ رائے یہ تھی کہ ہر کافر کو اس کا قریبی رشتہ دار مسلمان قتل کرے، تا کہ یہ جان لیں کہ اسلام کی ہمارے دلوں میں کیا حیثیت ہے۔

کے شاگرد تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قضاء کے لئے اسلام کے شرائط کچھ اور ہیں، جس میں اول یہی ہے کہ دین داری اور دینی علوم میں مہارت۔لیکن ہمارے اس اسلامی ملک میں قضاء کے لئے نہ ہی دین ضروری ہے، اور نہ ہی دین داری بلکہ ضروری ہے تو بس قانون (Law) کی کسی پروفیشنل یونیورسٹی کی ڈگری۔ اور ظاہر سی بات ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ان وکلاء نے جن قوانین کی بالادستی کی بات کرنی ہے، ان تمام پر اسلام کی مہر ثبت نہیں ہے۔

جب اسلام اور وکالت و قضاء دو علیحدہ چیزیں نہیں تو عملی طور پر ان دونوں کو علیحدہ کیوں سمجھا جا رہا ہے؟ وکیل و جج کے لئے بجائے اس کے کہ کسی مدرسے سے سرٹیفائیڈ ہونا ضروری قرار دیا جاتا، الٹا مدرسہ میں پڑھائے جانے والے اسلامی قوانین کے ماہر عالم کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے جو اسلامی نقطۂ نظر سے یہ صلاحیت (Ability) رکھتا ہے کہ اسے قاضی (Judge) ہونا چاہئے تھا، یہ تقسیم اور پھر ایسی تقسیم جو کہ ظلم پر مبنی ہے، جس میں اسلامی علوم کے ماہر عالم دین کو مکمل طور پر اپنے شایان شان اعزاز سے محروم کر دیا جاتا ہے۔لہذا اسے اسلامی علوم کی ایک شاخ سمجھنا چاہئے ، اور اسلامی ملک ہونے کی حیثیت سے اس میں اسلامی قوانین کا ہی نفاذ ہونا چاہئے ، جو کہ موجودہ صورت حال جو تحصیلِ ڈگری کی ہی بنادی گئی ہے، اس صورت حال میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا راستہ یوں سمجھ لیں کہ اصل جڑ سے ہی مسدود ہے۔ آیئے ہم دلائل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ قضاء و قانون دراصل اسلامی علوم کی ہی ایک شاخ ہے۔

ہر نبی اپنے دور کا قاضی بھی تھا

سیدنا داؤد علیہ السلام قاضی تھے، ان کے فیصلوں کی مثال قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۶﴾ [ص:26]

ترجمہ: (ہم نے ان سے کہا) اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا لوگوں میں انصاف سے فیصلہ کرنا اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ بات تمہیں اللہ کی راہ سے بہکا

دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بہک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روز حساب کو بھول گئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے وظائف میں سے ایک ذمہ داری اسی قضاء کو بیان کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَآئِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾﴾ [النِّسَاء: 105]

ترجمہ: ''ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ جو کچھ بصیرت اللہ نے آپ کو عطا کی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور آپ کو بد دیانت لوگوں کی حمایت میں جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ﴾ [المائدة: 48]

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔ اور اس کی جامع و نگران بھی ہے۔ لہٰذا آپ ان کے فیصلے اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق ہی کیجئے اور جبکہ آپ کے پاس حق آچکا ہے تو ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیے۔''

عمومی طور پر اپنے بندوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا۟ بِٱلْعَدْلِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾﴾ [النساء: 58]

ترجمہ: ''(مسلمانو!) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جو لوگ امانتوں کے حقدار ہیں انہیں یہ امانتیں ادا کر دو۔ اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

اب تو نبی ﷺ کے فیصلوں پر مشتمل مستقل کتاب ''اقضیة رسول اللہ ﷺ'' منظر عام پر

آ چکی ہے۔ بلکہ خلفاء راشدین کے فیصلوں پر مشتمل کتاب بھی منظر عام پر آ چکی ہے۔

اسی طرح مسلمان قاضیوں کے تذکروں پر مشتمل کتب بھی لائبریریوں کی زینت ہیں، جیسا کہ اخبار القضاة، کتاب الولاة و کتاب القضاة للكندي (المتوفى: بعد 355ھ)، تاریخ قضاة الأندلس (المرقبة العليا فيمن يستحق القضاء والفتيا) اس کے مؤلف، أبو الحسن علي بن عبد الله بن محمد بن محمد ابن الحسن الجذامي النباهي المالقي الأندلسي (المتوفى: نحو 792ھ)، رفع الإصر عن قضاة مصر، اس کے مؤلف، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852ھ) وغیرہ قضاۃ کے حوالے سے لکھی گئی کتب ہیں۔

بہرحال آج اس علم قضاء کو بھی دنیاوی علوم کی یونیورسٹیز کی رونق بنا دیا گیا حالانکہ شروع ہی سے اہل اسلام اس سے وابستہ ہیں اور دین اسلام کا حصہ ہے۔ اور مدارس میں بھی کتب الحدیث اور کتب الفقہ کے ضمن میں اس موضوع کو بالتفصیل پڑھا پڑھایا جاتا ہے۔

6 سائنسی علوم اور اسلام :

سائنسی علوم اور اسلام کا باہم بڑا گہرا تعلق ہے، اور اسلام سائنسی علوم کو بھی بیان کرتا ہے، قرآن مجید، احادیث میں سائنسی علوم سے متعلق نصوص موجود ہیں اور سلف صالحین کا بھی ان علوم کے ساتھ شغف رکھنا ثابت ہے۔ لہٰذا ہم ان علوم کے بارے میں بھی یہی کہیں گے کہ سلف کو ان علوم سے وابستگی کے لئے علیحدہ سے یونیورسٹیاں قائم نہیں کرنا پڑیں کیونکہ انہوں نے قطعاً کلی طور پر اسے اسلام سے علیحدہ نہ جانا تھا۔ قرآن اور سائنسی علوم کا باہم براہ راست جو تعلق ہے اس کے اثبات کے لئے ذیل میں چند ایک نصوص پیش کئے دیتے ہیں۔

1 نباتیات :

نباتیات، بائیولوجی کی ایک شاخ ہے جس کا تعلق پودوں، ان کی ساخت وحیات سے ہے۔ قرآن مجید میں بھی نباتات کو بیان کیا گیا ہے، مثلاً سورۂ طہٰ:53، سورۃ الرعد:4، سورۃ الانعام:96

❷ حیوانیات:

بائیولوجی کی ایک شاخ زولوجی ہے جس میں جانوروں کی زندگی اور نظام پر بات کی جاتی ہے، سائنس کی یہ شاخ بھی قرآن میں اس احسن انداز میں موجود ہے کہ قرآنی حیوانیات پر مشتمل مستقل کتب منظر عام پر آچکی ہیں۔قرآن مجید حیوانات کی مختلف اقسام کو بھی بیان کرتا ہے اور ان کے مختلف قسم کے نظاموں کو بھی بیان کرتا ہے۔ بلکہ کہنا چاہئے کہ آج کی سائنس کی اساس بھی قرآنی نظریات پر ہے۔اور یہ بات تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے، کتے، چیونٹی، کا تذکرہ موجود ہے، اور ان میں سے بعض جانوروں کے اوصاف بھی موجود ہیں۔اور قرآن مجید کے ساتھ احادیث کو ملایا جائے، تو اس حوالے سے ایک وافر مواد منظر عام پر آسکتا ہے، جس میں مختلف جانوروں کے حوالے سے کسی حد تک تفاصیل کو شرعی نصوص کی روشنی میں جمع کیا جاسکتا ہے۔قرآن وسنت میں جانوروں کے حوالے سے جو مواد موجود ہے اس میں سے اشارہ کے طور پر چند ایک امثلہ ذکر کئے دیتے ہیں۔

- کتے کا زبان نکال کر ہانپنے کا ذکر[1]
- کتا قے کر کے چاٹتا ہے۔[2]
- **کتے کی نجاست:** اسلام نے جن جانوروں کو نجس قرار دیا ہے، ان میں سے ایک جانور کتا بھی ہے، اس لئے کہ شریعت کے مطابق اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ دھونے کا حکم ہے۔[3]
- اونٹ کی تخلیق کا ذکر[4]
- چوپائے جانوروں کا ذکر[5]

---

[1] الاعراف:176

[2] بخاری:2589، مسلم:1622، ابوداؤد:3539، ترمذی:2132، نسائی: 3703، ابن ماجہ: 2377 مسند احمد: 493/2

[3] صحیح بخاری : 172، کتاب الوضوء ، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان

[4] الغاشیہ :17

[5] ھود:6، نور:45

❁ قرآن نے خنزیر کو حرام قرار دیا۔[1] اور آج کی سائنس بھی یہی بتلاتی ہے کہ اس کا گوشت کس حد تک مضر ہے؟؟؟

❁ مردار جانور اور اسلام

اسلام میں مردار جانور کھانا حرام ہے۔[2] اور آج کی سائنس ثابت کرتی ہے کہ مردار جانور کا کھانا کس حد تک مضر ہے؟[3]

❁ قرآن مجید نے چیونٹیوں کی بلوں اور باہم گروہ بندی کا ذکر کیا ہے۔[4]

❁ بلی کا گھروں میں گھومنا اسلام نے بتایا، اور اس کے جوٹھے کو پاک قرار دیا۔[5]

❁ پرندوں کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔[6]

❁ مکڑی کے جالے اور اس کی کمزوری کو بیان کیا گیا ہے۔[7]

بہرحال ان تمام ادلہ سے حیاتیات کے حوالے سے قرآن مجید کی پیش کردہ معلومات کا اندازہ ہوتا ہے، جو موجودہ سائنس کے لئے ایک اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

3 علم الجنین

اس حوالے سے قرآن مجید جو نظریہ تخلیق کے مراحل بیان کرتا ہے۔ جیسے سورۃ الحج: 5، المومنون: 14 میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس موضوع پر مشہور مناظرہ ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر ولیم کیمبل کے درمیان ہوا تھا جس میں قرآنی نظریہ جنین کے بارے میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ وہ ماڈرن سائنس کے

---

[1] البقرۃ: 173، المائدۃ: 3، النحل: 115

[2] البقرۃ: 173، المائدۃ: 3، النحل: 115

[3] تفصیل کے لئے دیکھئے: اسلام اور سائنس ڈاکٹر ذاکر نائک کے خطاب پر مشتمل کتابچہ

[4] النمل: 18

[5] سنن ابی داؤد: رقم الحدیث: 75، کتاب الطهارة ، باب سؤر الهرة علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا، نیز امام ترمذی، امام بخاری، امام دارقطنی، امام عقیلی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام بیہقی، امام حاکم، امام ذہبی اور امام نووی رحمہم اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

[6] النحل: 79

[7] العنکبوت: 41

بالکل موافق ہے جبکہ بائیبل کا نظریہ اس حوالے سے کئی ایک خامیاں رکھتا ہے۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک اور ڈاکٹر ولیم کیمبل کے درمیان قرآن اور بائیبل میں سائنسی خامیوں پر بحث ہوئی، بحمدللہ ڈاکٹر ذاکر نائیک نے یہ ثابت کیا کہ قرآن مجید میں کوئی سائنسی طور پر خامی نہیں ہے۔ ڈاکٹر ولیم کیمبل لاجواب ہوگیا تھا اور بائیبل میں موجود سائنسی خامیوں کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

اسی طرح سائنس کی دیگر شاخوں میں سے بھی ہر ایک کا اثبات ملتا ہے اور اہل علم نے ان پر بحث کی ہے، مثلاً سمندر میں میٹھے اور کھارے پانی کا ذکر: (الرحمٰن: 19) فلکیات: سورج اور چاند کی منازل، موسموں کا ذکر وغیرہ، ان تمام کو یہاں جمع نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ہمارا یہ موضوع ہے۔ جو امثلہ پیش کی گئی ہیں، ان سے ہمارا مقصود واضح ہے۔

بہرحال ان تمام تر تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام کا ایک ایک حکم ہر لحاظ سے حکمت پر مبنی ہے، حتیٰ کہ سائنس بھی اسلامی احکامات کی فرع ہی کی حیثیت رکھتی ہے۔ تو اسلام کا سائنسی احکامات بیان کرنا اور سائنس کی تمام شاخوں کی اصل قرآن وسنت میں موجود ہونا، یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ دین اسلام میں یہ تفریق نہیں، پھر اپنے اپنے دور میں مسلمان مؤجدین، سائنسدانوں، ریاضی دانوں کا ان فنون میں مہارت رکھنا بھی واضح کر دیتا ہے کہ موجودہ علوم میں دین اور سائنس کے درمیان حائل دیوار کوئی حیثیت نہیں رکھتی، لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ اوائل اسلام سے ایک عرصہ تک یہ تفریق ہرگز نہ تھی کہ ان دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مقام ہوں اور نصاب سے لے کر طرز تعلیم اور معیار تک علیحدہ ہو، ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ آج بھی کئی ممالک اس قسم کی تقسیم سے پاک ہیں۔

7 مسلمان سائنسدان

اسلامی نصوص میں ان سب کی اصل ہونے کے بعد یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمان ان علوم سے وابستہ رہے ہیں اور ایک وافر حصہ ان علوم میں مسلمانوں کا رہا ہے، جیسا کہ کتبِ سائنس وغیرہ میں مسلمان سائنسدانوں کا تذکرہ دیکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر:

مسلمان بائیولوجسٹ

❁ جابر بن حیان نے ''النباتات'' اور ''الحیوان''، نامی کتابیں بالترتیب پودوں اور جانوروں پر

لکھیں۔

❁ عبدالمالک اصمعی: نے ''الخیل''، الابل، الوحوش، الشاۃ، اور خلق الانسان'' اور انسانوں کی ساخت اوران کے جسمانی افعال بیان کرنے کے لئے لکھیں۔

❁ ابوعثمان عمر الجاحظ نے ''الحیوان'' نامی کتاب لکھی جس میں جانوروں کی 350 انواع کی خصوصیات خصوصاً چونٹیوں کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

❁ ابو القاسم الزہراوی: مشہور حکیم اور سرجن تھے اور گردے اور مثانے کی پتھری نکالنے کے لئے مشہور تھے۔

❁ الفارابی: یہ بھی مشہور حکیم اور سرجن تھے، اور اپنے زمانے کی مشہور کتابوں 'کتاب النباتات'' اور ''کتاب الحیوانات'' کے مصنف تھے۔

❁ بوعلی سینا: انہوں نے القانون اور فی الطب الشفاء جیسی کتابیں لکھیں جن میں پودوں، جانوروں اور غیر جاندار اشیاء سے متعلق تحریر لکھی۔

❁ ابن الہیثم: عرب ریاضی دان اور ماہر فلکیات تھے۔ انہوں نے 'کتاب المناظر'' اور ''میزان الحکمۃ'' جیسی کتابیں تحریر کیں۔ انہوں نے بصری عمل کی تشریح کی اور یونانیوں کے بصری نظریئے میں تصیح (correction) بھی کی۔

❁ کمال الدین الدمیری نے چودھویں صدی عیسوی میں ایک کتاب ''حیات الحیوان'' ترتیب دی جس میں 1000 اقسام کے جانوروں کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

❁ علی بن عیسیٰ امراض چشم کے ماہر تھے، انہوں نے آنکھ کی ساخت، 130 افعال اور امراض پر کام کیا۔

مسلمان کیمیادان

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو کی کتاب کے مطابق

کیمیا کی تاریخ میں مسلمان کیمیادانوں کا حصہ چھٹی صدی ہجری سے شروع ہوجاتا ہے۔

❁ جابر بن حیان جوکہ بائیولوجی میں اپنا کردار ادا کر چکے ہیں۔ انہیں عام طور پر فادر آف کیمسٹری کہا

جاتا ہے۔کیمیا کے حوالے سے مختلف قسم کے تجربوں کے طریقے ایجاد کئے۔

کچھ دیگر مسلمان سائنسدانوں کے نام

❁ البطانی جوکہ عرب ریاضی دان تھے۔

❁ ابن زہر جوکہ عرب طبعیات کے ماہر تھے۔

❁ ثابت ابن قراء جوکہ عرب ریاضی دان تھے۔اور ماہر طبیعیات، ماہر فلکیات،اور اسٹیٹس کے بھی فاؤنڈر رہیں۔

❁ جابر بن حیان: پہلے عرب کیمیا دان ہیں۔

❁ اسی طرح ابن رشد،محمد ابن موسیٰ الخوارزمی،عمر خیام اور ابن اسحاق الکندی وغیرہ کے نام آتے ہیں۔[1]

بہرحال اس تمام تر بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ علوم وفنون اور اسلام دو چیزوں کا نام نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلاف میں سے انبیاء علیہم السلام،صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر سلف صالحین ان علوم سے وابستہ رہے ہیں اور ان ادوار میں دین و دنیا کو اس طرح سے قطعاً دو نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا، بلکہ ایک ہی چھت تلے ایک ہی قسم کا معلم و مدرس دونوں قسم کے علوم پر کامل دسترس رکھتا تھا۔ ہمارے ان سات نکات سے واضح ہوگیا کہ اوائل زمانہ میں مروجہ تقسیم نہ تھی، بلکہ مسلمان دینیات پر کاربند رہنے کے ساتھ ساتھ ان علوم وفنون میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔جس سے یہ واضح ہے کہ اس طرح کی کوئی تقسیم نہ تھی، بلکہ برصغیر میں ایک عرصے تک اسکول کے لئے مدرسہ کا لفظ استعمال کیا جاتا رہاہے، جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ اس سے پہلے تک مروجہ تقسیم موجود نہ تھی، بہرحال رفتہ جیسے جیسے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی یورپ سے روابط بڑھانے اور میڈ ان یورپ (Made In Europe) والی ترقی کو ترجیح دینا شروع کی بس یہیں سے خطِ امتیاز شروع ہوا، جس نے مسلمانوں کو دو قسم کی سوچوں میں بانٹ دیا، ایک وہ جو جدیدیت کی ترویج چاہتے تھے، اور میڈ ان یورپ ترقی سے متاثر تھے، اور دوسرے وہ جنہوں نے

---

[1] www.famousscientists.org/famous-muslim-arab-persian-scientists-and-their-inventions

اس مخدوع قسم کی ترقی پر دینی تعلیمات کو اختیار کیا اور اس کے حصول میں کمر بستہ ہو گئے ،رفتہ رفتہ دونوں قسم کی تعلیمات کے علیحدہ علیحدہ مراکز قائم ہو گئے،اب یہ صورت کیا روپ اختیار کر چکی ہے سب کے سامنے ہے،اسکول ہر طرح کی مذہبی پابندیوں سے آزاد اور مدارس پھر مزید مکاتب فکر کی تقسیمات میں بٹ گئے۔اور اسکولوں کو مکمل طور پر چلانے کے لئے محکمہ تعلیم موجود اور دوسری طرف مدارس کے معاملات وزارت مذہبی امور کے سپرد کر دیئے گئے،یعنی حکومتی سطح پر مدارس کا کوئی پرسان حال نہیں ،اس کے مقابل میں سعودیہ کی مثال لے لیں۔ ایک عرب ویب سائٹ کے مطابق 28/10/2010 کی رپورٹ یہ ہے کہ

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق سعودی عرب میں مجموعی طور پر 24 ہزار 450 حفظ قرآن کے نجی مدارس موجود ہیں جن میں لاکھوں بچے حفظ قران کریم کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ان مدارس میں قراء اساتذہ کی تعداد 20 ہزار 919 ہے۔ بچوں کی بڑھتی تعداد کے تناسب سے مدرسین کی یہ تعداد ناکافی سمجھی جارہی ہے۔

دوسری جانب حفظ قرآن کریم کے کل 23 ہزار 364 حکومتی مدارس کام کر رہے ہیں۔ان سرکاری اور نجی مدارس میں طلبہ وطالبات کو قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہے۔دیکھئے:

www.alarabiya.net/articles/2010/10/28/123962.html

اس رپورٹ میں سعودی حکومت کے ایک قابلِ تحسین عمل کا ذکر ہے کہ وہ مدارس کو بھی سرکاری سطح پر چلارہے ہیں۔

دینی و دنیاوی تعلیم میں موجودہ تقسیم کے نقصانات

موجودہ صورت حال کو صرف بنظر طائر ہی دیکھیں تو کئی ایک نقصانات کی وجہ مذکورہ تفریق و تقسیم ہی معلوم ہوتی ہے،جیسا کہ چند ایک نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

❁ علماء کا دائرہ کار محدود ہو گیا اور وہ مساجد و مدارس تک محدود ہو کر رہ گئے جبکہ ان کے شایان شان یہ تھا کہ وہ ہر حرفت وصنعت اور شعبہ ہائے زندگی کے رؤوساء میں ہوتے۔

❁ اسی طرح اس تقسیم نے نئی نسل کو اسلام سے دور کر دیا،اس لئے کہ عصری کالجز اور یونیورسٹیز اسلامی تعلیم کو

کما حقہ نئی نسل تک پہنچانے میں اب تک عاجز و ناکام ہیں۔اور نہ ہی وہ اسے اپنا کام سمجھتے ہیں۔

❁ کالجز اور یونیورسٹیز تعلیم و شعور کے مراکز ہونے کے باوجود کئی ایک برائیوں ،فتنوں اور جرائم کی آماجگاہ بن گئے ،اخبارات جس کے شاہد ہیں۔

❁ ان کالجز اور یونیورسٹیوں میں ایسے عناصر کو تقویت ملی ، جو اسلام کے مقابلے میں ایک علیحدہ سوچ اور نظریہ رکھتے ہیں۔

❁ اور یہی ایک سبب نئی نسل کی اخلاقی تخریب کا بھی ہے۔

❁ کالجز اور یونیورسٹیوں کے طلباء کے آئیڈیلز مسلم ہیروز کے بجائے فلم اسٹار ،سنگرز ، یورپ کے پاپولر افراد بن گئے۔

❁ ملالہ کا واقعہ کیا رخ اختیار کئے ہوئے ہے؟ اور اس حوالے سے ملکِ پاکستان کیا نقصان اٹھا چکا ہے اور مزید خدشات ہیں، اگر مذکورہ تقسیم نہ ہوتی ،تو شاید یہ واقعہ(جوکہ بعض خبروں کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ یہ دراصل ایک طے شدہ ڈرامہ تھا) قطعاً اس طرح کا ڈرامہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوتا۔

دورِ حاضر میں آئیڈیل اسلامی تعلیمی نظام کیسے ممکن ہے؟

دورِ حاضر میں معاملہ یہ ہے کہ موجودہ تقسیم کو ختم کرنا اب ایک خواب ہی ہے،البتہ اب بھی ایسے اقدامات کئے جاسکتے ہیں کہ جن کے ذریعے سے یہ تقسیم از سرِ ختم ہوسکتی ہے۔مثال کے طور پر:

❁ اسکولز کو مذہب سے بالاتر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ان میں قرآن مجید اور دیگر مبادیات وضروریاتِ دین کی مکمل تعلیم دی جائے۔

❁ اور کسی بھی عصری تعلیمی ادارے کے ایڈمنسٹریشن وغیرہ کی اہلیت کے لئے باعمل مسلمان اور اسلامی تعلیمات سے آشنائی کی شرط سب سے اول نمبر پر ہو۔

❁ اسکول میں موجود لازمی مضمون اسلامیات نہ ہونے کے برابر ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی علوم کو حاصل کرنے کے لئے مدارس کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

❁ اسکول دراصل غیر اردو لفظ ہے اور اردو میں اسی معنی میں برصغیر میں مدرسہ کا لفظ استعمال کیا جاتا رہا ہے۔لہذا لوگوں کو یہ شعور دلایا جائے کہ عرف میں جو اصطلاح اختیار کر چکے ہیں وہ تفریق کسی طور پر صحیح نہیں۔

❁ اسکولز کے ٹیچرز مسلمان ، باشرع اور تعلیماتِ اسلامیہ سے بہر اور ہوں تاکہ وہ باقی معاملات میں شریعت سے دوری اختیار نہ کریں جو نئی نسل میں بگاڑ کا سبب بنے ،دور حاضر میں اسکول کے ٹیچرز کے حوالے سے اس طرح کی کوئی شرط نظر نہیں آتی ،جس کی وجہ سے نئی نسل بڑی تیزی سے اسلام سے دور ہوتی جارہی ہے۔

❁ تمام اسکولوں کا معیار یکساں اور اسلامی خطوط پر مبنی ہو۔

❁ اقلیتوں کے لئے اسلامیات سے استثناء کسی طور صحیح نہیں بلکہ ایک اسلامی ملک میں رہنے کا پاس کرتے ہوئے ،اور پھر اس ملک کے قانون کو اختیار کرتے ہوئے ،اسی ملک سے تعلیم حاصل کرنے کا لحاظ کرتے ہوئے ان اقلیتوں پر یہ لازم قرار دیا جائے کہ وہ اسلامیات کو بھی دوسرے مضامین کی طرح پڑھیں۔جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب ان کے سامنے اسلام کا تعارف اور علم آئے گا تو وہ اسلام کو قبول کریں گے۔ اگر استثناء ہی دے دی جائے تو اسلامی دعوت کو ان تک کیسے پہنچایا جائے گا۔ بلکہ اسلام اور مزید یہ کہ ایسی اقلیتوں کے لئے اسلام کے تعارف اور دیگر ادیان سے تقابل پر مبنی مستقل اور لازمی مضمون (Subject) ہونا چاہئے۔

اب دیکھا جارہا ہے کہ بعض اسکول اسلامی نصاب بناتے ہیں اور اسی کو سامنے رکھتے ہوئے اسکول سسٹم چلتا ہے، اگر ہماری مذکورہ بالا اصلاحات کو قبول کیا جائے ،تو اس قسم کی نصاب سازی کی ضرورت نہیں رہے گی ، بلکہ مدارس کے بھی علیحدہ قیام کی ضرورت نہ رہے گی کیونکہ پھر ہر مدرسہ اسکول ہوگا اور ہر اسکول مدرسہ ہوگا۔البتہ موجودہ صورتحال میں جو لوگ اسلامی خطوط پر اسکول کی تعلیم کو فروغ دینے کی کوششیں کررہے ہیں اور اس طرز پر اسکول قائم کئے جارہے ہیں ان کا یہ کام قابلِ تحسین ہے۔

بہرحال دعا ہے کہ ایسا دن آئے اور تعلیمی میدان میں یہ تبدیلیاں دیکھنے میں آئیں کہ ہر اسکول اسلام کا قلعہ ہو اور وہاں بیک وقت اسلام اور جدید علوم وفنون پڑھائے جائیں۔اور اسکول پھر کالج

اور پھر یونیورسٹی سے پڑھ کر آنے والا طالبعلم صرف انجینئر، ڈاکٹر یا محض کسی اور دنیاوی علم وفن سے آشنا نہ ہو بلکہ وہ ایک ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ قاری، حافظ، مفتی، فارغ التحصیل عالم بھی ہو۔ اور اگر ایسی فضاء بن جاتی ہے تو یقیناً یہ فضاء بڑی آئیڈیل اور لائق تحسین ہوگی۔ ایسی صورت میں بھی ہم یہ ضرور کہیں گے کہ کم از کم مدارس کے ساتھ ایسی زیادتی نہ کی جائے کہ اس کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو، بلکہ اس کا بھی ایک ایسا بورڈ ہو جسے مکاتب فکر کے ہاتھ میں نہ دیا جائے بلکہ گورنمنٹ ہی کے ہاتھ میں دیا جائے، اور گورنمنٹ تمام تر مفادات سے بالاتر ہوکر صرف ایک ہی اساسی ضابطہ بنائے جوکہ قرآن وسنت ہے، کہ یہ بورڈ قرآن وسنت کی اتباع (Follow) کرے گا۔ اور کسی مکتبہ فکر کو نہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں ہی ایسے مراجع ہیں کہ جس کا کوئی مکتبہ فکر انکار نہیں کرسکتا۔ اور پھر جس طرح سیکنڈری، انٹرمیڈیٹ پوزیشنوں اور اچھے نمبروں والے طلباء ممبر شپ اور بھاری انعامات کے مستحق ٹھہرتے ہیں تو ان مدارس کے لئے بھی ایسا سلسلہ کیا جائے اور جس طرح اسکولوں کے لئے باقاعدہ ایک بجٹ میں سے ایک مخصوص حصہ ہوتا ہے، ان مدارس کے لئے بھی مخصوص حصہ ہونا چاہیے، بلکہ اگر یہ تقسیم برقرار ہی رکھنی ہے تو مدارس کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے وہ تمام جدید سہولیات بھی فراہم کی جائیں جو اسکولوں کو میسر ہیں۔ دینی مدارس میں عصری علوم کی تعلیم کا راگ الاپنے والے اگر دین اور ان طلباء کے ساتھ مخلص ہیں تو پھر انہیں اسی جڑ کی نشاندہی اور اس کے خاتمے کی بات کرنی چاہیے۔

آخر میں دعا ہے کہ اس ملک میں ایسا نظامِ تعلیم آئے جو ساری دنیا کے لئے آئیڈیل بن جائے۔

و صلی اللہ علی نبینا و علی آلہ و صحبہ وسلم

برصغیر (پاک و ہند) میں علم حدیث

قسط نمبر 2

شاہ ولی اللہ دہلوی 1176ھ **تا** **مولانا محمد علی جانباز** 1429ھ

عبدالرشید عراقی [1]

جناب نواب صدیق حسن خاں کے استاد ذی وقار علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی

جناب مولانا سید نواب صدیق حسن خان مرحوم ومغفور نے جن اساتذہ کرام سے علم حدیث میں سند واجازت حاصل کی ان میں علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی بھی شامل ہیں۔

اس لیے مختصر حالات زندگی اوران کی علمی خدمات پر ذیل میں روشنی ڈالی جاتی ہے (عراقی)

الشيخ الإمام العلامة المحدث القاضي حسين بن حسن بن محمد بن مهدي ابن أبي بكر بن محمد بن عثمان بن محمد بن عمر بن محمد بن مهدي بن حسين بن أحمد بن حسين بن إبراهيم بن إدريس بن تقي الدين بن سبيع بن عامر بن عتبة بن ثعلبة بن

[1] نامور مؤرخ ومصنف کتب کثیرہ

وف بن مالك بن عمرو بن كعب الخزرج بن سعد الأنصاري الصحابي.[1]

آپ 14 جمادی الاولی 1245ھ یمن کے شہر الحدید میں پیدا ہوئے ان کی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا اور اپنے والد کی زندگی ہی میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا والد کی وفات کے بعد یمن کے دوسرے شہر المراوعہ چلے گئے وہاں آپ نے مختلف اساتذہ کرام سے علم نحو کے ساتھ فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کی ، المراوعہ میں آپ کا قیام 8 سال رہا اس کے بعد علامہ حسن بن عبد الباری الاہدل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھیں۔

علامہ حسن بن عبد الباری الاہدل سے استفادہ کے بعد یمن کے شہر زبید جاکر مفتی زبید علامہ محمد بن عبدالرحمن الاہدل اور ان کے صاحبزادہ علامہ سلیمان بن محمد بن عبد الرحمان الاہدل سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی ان کے علاوہ شیخ حسین بن محسن نے شیخ صفی الدین احمد بن القاضی محمد بن علی الشوکانی جو کسی ضروری کام کے سلسلہ میں صنعاء سے حدیدہ تشریف لائے تھے ان سے صحاح ستہ کی چیدہ چیدہ عبارتیں پڑھ کر سند واجازت حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد حدیدہ کے متصل قریہ لُحیہ کے قاضی مقرر ہوئے لیکن جلدی آپ نے قاضی کے منصب سے استعفیٰ دے دیا استعفیٰ کی وجہ ارباب حکومت سے بعض مسائل واحکام میں اختلاف تھا۔ ارباب حکومت نے تین دن تک آپ کو مصائب وآلام میں مبتلا رکھا آپ کو بھوکا رکھا دھوپ میں بٹھائے رکھا لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور اپنے فتوی سے رجوع نہ کیا[2]۔

ہندوستان آمد

استعفی کے بعد شیخ حسین بن محسن ہندوستان کی ریاست بھوپال تشریف لے آئے اس وقت نواب سکندر جہاں بیگم صاحبہ سریرائے سلطنت تھیں علامہ حسین بن محسن دو سال تک بھوپال میں مقیم رہے اس کے بعد واپس اپنے ملک یمن تشریف لے گئے اور پانچ سال یمن میں اقامت گزیں رہے پھر دوبارہ بھوپال

---

[1] نزهة الخواطر 111/8

[2] نزهة الخواطر 112/8

تشریف لائے اس وقت نواب سکندر جہاں بیگم وفات پا چکی تھیں اور ان کی دختر نواب شاہجہان بیگم فرمانروائے بھوپال تھیں ۔اس دفعہ علامہ حسین بن محسن کا بھوپال میں چار سال قیام رہا اور پھر اپنے ملک یمن چلے گئے یمن میں آپ کا قیام پانچ سال رہا پھر سہ بارہ بھوپال تشریف لائے اور بھوپال کو اپنا مستقل وطن بنالیا اس اقامت کے زمانہ میں ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں ان کے علم وفضل کی شہرت ہوئی اور بڑے بڑے علمائے کرام نے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر علم حدیث میں ان سے استفادہ کیا[1]۔

شیخ محمد حسین بن محسن کا درس حدیث

شیخ حسین بن محسن انصاری کے درس حدیث کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل چکی تھی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی شیخ حسین بن محسن انصاری کے درس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"شیخ حسین بن محسن کا وجود اور ان کا درس حدیث ایک نعمت خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلاد مغرب ویمن کا ہمسر بنا ہوا تھا اور اس نے ان جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کردی تھی جو اپنے خداداد حافظہ،علوِ سند اور کتب رجال پر عبورِ کامل کی بنا پر خود ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔شیخ حسین بہ یک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار کے شاگرد تھے اور ان کی سندِ حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔یمن کے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے تلمذ وصحبت،غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آرہی ہے سالہا سال تک کے درس وتدریس کے مشغلے اور طویل مزاولت اور ان یمنی خصوصیات کی بنا پر جن کے ایمان وحکمت کی شہادت احادیث صحیحہ میں موجود ہے حدیث کا فن گویا ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے وہ ہندوستان آئے تو علماء وفضلاء (جن میں سے بہت سے صاحب درس وصاحب تصنیف بھی تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فن حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند لی۔"

---

[1] نزهة الخواطر 113/8

تلامذہ میں نواب سید صدیق حسن خاں، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبد اللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا سلامت اللہ جے راجپوری، نواب وقار نواز جنگ مولوی وحید الزمان حیدرآبادی، علامہ محمد طیب مکی، شیخ ابوالخیر احمد مکی، شیخ اسحاق بن عبدالرحمان نجدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [1]

فن حدیث سے شغف

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی کو فن حدیث سے بہت زیادہ شغف تھا اس فن کے علاوہ کسی دوسرے فن سے شغف نہیں فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ

میرے استاد حدیث مولانا حیدر حسن ٹونکی (متوفی 1361ھ) (شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو) جو علامہ حسین بن محسن انصاری کے شاگرد تھے فرماتے تھے: فتح الباری شرح صحیح البخاری (جس کی 13 ضخیم جلدیں ہیں) اور ایک مقدمہ علیحدہ جلد ہے شیخ حسین رحمہ اللہ کو تقریباً حفظ تھی [2]۔

تصانیف

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی نے درج ذیل کتابیں تالیف فرمائیں۔

1۔ التحفة المرضيه فی حل بعض المشكلات الحديثيه (عربی)

2۔ تعلیقات سنن ابی داؤد (عربی)

3۔تعلیقات سنن نسائی (اردو)

4۔ نور العنین(فتاوی) (اردو)

---

[1] حیات عبدالحی، ص:63-64

[2] حیات عبدالحی، ص:63(حاشیہ)

5۔ القول الحسن المتیمن فی ندب المصافحة بالید الیمنیٰ (عربی)

6۔ الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی (عربی)

وفات

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی نے 1327ھ میں بھوپال میں رحلت فرمائی۔انا للہ وانا الیه راجعون[1]

شیخ الکل میاں صاحب السید محمد نذیر حسین محدث دہلوی

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (متوفی 1341ھ) فرماتے ہیں

"الشيخ الإمام العالم الكبير المحدث العلامة نذير حسين بن جواد علي بن عظمة الله بن الله بخش الحسيني البهاري ثم الدهلوي، المتفق على جلالته ونبالته في العلم والحديث."[2]

محترم امام عالم کبیر محدث علامہ نذیر حسین بن جواد علی بن عظمت اللہ بن اللہ بخش حسینی بہاری پھر دہلوی آپ کی بزرگی تمام علم وفن حدیث میں سب کا اتفاق ہے۔

1220ھ میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر کے قصبہ سورج گڑھ میں پیدا ہوئے ان کا شجرہ نسب 34 واسطوں سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔میاں صاحب کا عہد طفولیت لہوولعب میں گزرا۔15 سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا ابتدائی عربی اور فارسی کی کتابیں اپنے والد محترم سید جواد علی سے پڑھیں اس کے بعد تحصیل علم کے لیے گھر سے نکلے اور اپنے ایک ساتھی ودوست بشیر الدین عرف مولوی مراد علی کے ہمراہ عظیم آباد پٹنہ پہنچے اور وہاں مولوی محمد حسین خلیفہ مولانا ولایت علی عظیم آبادی سے ترجمہ قرآن مجید اور مشکوۃ المصابیح پڑھی۔ پٹنہ کے قیام کے دوران امیر المؤمنین جناب سید احمد شہید رائے بریلوی، مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی اور مولانا عبدالحی بڈھانوی تشریف لائے جناب میاں صاحب ان حضرات سے ملتے رہے اور ان کے وعظ وارشاد سے مستفیض ہوتے رہے۔

---

[1] نزهة الخواطر 115/8

[2] نزهة الخواطر 497/8

عظیم آباد پٹنہ سے دہلی کے لیے رحلت

عظیم آباد پٹنہ میں تحصیل علم کے بعد میاں صاحب نے تحصیل علم کے لیے دہلی کی طرف سفر کیا۔ راستہ میں اللہ آباد، فرخ آباد، غازی پور وغیرہ میں قیام کرتے ہوئے 1243ھ میں دہلی وارد ہوئے جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو انتقال کئے ہوئے چار برس ہو چکے تھے[1]۔

تحصیل علم

دہلی میں السید میاں صاحب نے درسی کتابیں مولانا عبدالخالق دہلوی، مولانا شیخ شیر محمد قندہاری، مولانا جلال الدین ہروی، مولانا شیخ کرامت علی اسرائیلی، مولانا شیخ محمد بخش دہلوی، مولانا عبدالقادر رامپوری سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں اکتساب فیض کیا، اور یہ تمام علوم آپ نے پانچ سال میں پڑھے۔ صاحب نزہۃ الخواطر فرماتے ہیں۔

''فقرأ الكتب الدرسية على السيد عبد الخالق الدهلوي والشيخ شير محمد القندهاري والعلامة جلال الدين الهروي، وأخذ الأصول والبلاغة والتفسير عن الشيخ كرامة العلي الإسرائيلي صاحب السيرة الأحمدية،والهيئة والحساب عن الشيخ محمد بخش الدهلوي، والأدب عن الشيخ عبد القادر الرامبوري وفرغ من ذلك في خمس سنين''[2]

جناب شاہ محمد اسحاق دہلوی کے حلقہ درس میں

علمائے دہلی سے استفادہ کے بعد السید میاں صاحب حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی (نواسہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کے درس میں شامل ہوئے اور ان کی خدمت میں (13) سال رہ کر تمام علوم اسلامیہ سبقاً سبقاً پڑھے۔

---

[1] تراجم علمائے حدیث ھند، ص:135

[2] نزهة الخواطر 8/497-498

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے شاہ محمد اسحاق کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی تمام بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے غدر کے بعد مکہ معظّمہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور وہاں بھی یہ سلسلہ فیض جاری رہا آخر وہیں 1262ھ میں وفات پائی۔ ان کے تلامذہ میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، نواب صدر الدین خاں دہلوی، نواب قطب الدین خاں، مولانا سید نذیر حسین صاحب (بہاری) دہلوی، مولانا عالم علی مرادآبادی، شیخ محمد تھانوی، مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی، مولانا قاری عبدالرحمان پانی پتی ہیں①۔

مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی (متوفی 1286ھ) فرماتے ہیں:

''شاہ اسماعیل شہید کے اس مسابقت الی الجہاد وفوز بہ شہادت کے بعد ہی دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا فیضان جاری ہوگیا جن سے شیخ الکل میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی مستفیض ہوکر دہلی ہی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے۔''②

مولوی ابو یحی امام خاں نوشہروی اپنی دوسری کتاب ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں لکھتے ہیں

الصدر الحمید شاہ محمد اسحاق صاحب مہاجر مکی نبیرہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ....جن سے تفسیر وحدیث میں سے بعض کتب سماعةً واکثر قراءةً پڑھیں③۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں

(ہندوستان میں) حدیث کی سب سے بڑی اشاعت حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے ذریعہ ہوئی جنہوں نے 1258ھ میں مکہ معظّمہ ہجرت کی اوران سے حجاز کے ممتاز ترین علماء نے حدیث کی سند لی، آپ کے تلامذہ میں مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، معروف بہ میاں صاحب

---

① مقالات سلیمان 2/ 52-53

② ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص:19 تا 20

③ تراجم علمائے حدیث ھند، ص:138

قاری عبد الرحمان پانی پتی، مولانا سید عالم علی مراد آبادی، مولانا مفتی عبد القیوم بن مولانا عبد الحی بڈھانوی، مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی، مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا لطف اللہ علی گڑھی اور بہت سے علماء ہیں جن کی فہرست طویل ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کے تلامذہ میں تنہا مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (متوفی 1320ھ) نے دہلی میں سالہا سال تک حدیث کا درس دیا[1]۔

میاں صاحب مسند تدریس پر

1258ھ میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی نے اپنے برادر اصغر حضرت شاہ محمد یعقوب دہلوی کے ساتھ مکہ معظّمہ ہجرت کی تو ان کی مسند تحدیث پر شیخ الکل میاں سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی فائز ہوئے اور مکمل 62 سال تک کتاب وسنت کی تدریس وتعلیم میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے اس عرصہ میں بلا مبالغہ ہزاروں طلباء ان سے مستفید ہوئے۔

﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾

اور ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل کر دین اسلام کی نشر واشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج، شرک وبدعت کی تردید وتوبیخ اور ادیان باطلہ کا قلع قمع کرنے میں اپنی زندگی گزار دی۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ نے اس سلسلہ میں جو ذرائع اختیار کیے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ درس وتدریس

2۔ وعظ وتبلیغ

3۔ تصنیف وتالیف

4۔ تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید، اور صحیح اسلامی زہد وعبادت اور روحانیت کا درس

5۔ باطل افکار ونظریات کی تردید اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید کا کام

---

[1] تاریخ دعوت وعزیمت 5/359

6-تحریک جہاد (1)

میاں صاحب کے تلامذہ میں صاحب تدریس

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ جن علماء نے اپنی پوری زندگی قرآن وحدیث کی تدریس میں بسر کر دی ان میں عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی اور آپ کے صاحبزادگان حضرت امام مولانا سید عبدالجبار غزنوی، مولانا عبد الرحیم غزنوی، مولانا عبد الواحد غزنوی اور پوتے مولانا سید عبد الاول غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی، استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی، مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری، مولانا عبدالسلام مبارکپوری، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی، مولانا محمد سعید محدث بنارسی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا سید امیر حسن سہسوانی وابنہ، مولانا امیر احمد سہسوانی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا غلام رسول قلعوی، مولانا حافظ ابراہیم آروی، مولانا سید امیر علی ملیح آبادی، مولانا قاضی طلاء محمد پشاوری، مولانا سید شریف حسین دہلوی، مولانا عبد الجبار عمر پوری، مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی، مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی (اور علمائے عرب میں سے) شیخ عبد اللہ بن ادریس الحسنی السنوسی، شیخ محمد بن ناصر نجدی، رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی اس درس کے وسعت وافادیت کے لیے کافی ہیں (2)۔

حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے درس وتدریس میں اپنا ایک مقام پیدا کیا ان میں استاد پنجاب شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (متوفی 1334ھ) سرفہرست ہیں ان کی تدریس کے بارے میں مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (متوفی 1329ھ) فرماتے ہیں:

---

(1) مولانا شمس الحق عظیم آبادی (حیات وخدمات)، ص:29 تا 31

(2) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات، ص: 20۔ نزھۃ الخواطر 8/500۔ تاریخ دعوت وعزیمت 5/359-360۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی (حیات وخدمات) ص:29-30

"لا أعلم أحداً في تلامذة السيد نذير حسين المحدث أكثر تلامذة منه، قد ملأ بنجاب بتلامذته،كأنه هو حافظ الصحاح في هذا العصر" [1]

شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب محدث کے اتنے زیادہ شاگرد تھے کہ میں ان کے برابر کسی کو نہیں جانتا ان کے شاگردوں نے پنجاب کو بھر دیا ہے گویا وہ اس زمانہ میں حدیث کے حافظ ہوں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ

''مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (متوفی 1320ھ) نے دہلی میں سالہا سال حدیث کا درس دیا، آپ کے درس سے متعدد جلیل القدر ناشرین وشارحین حدیث پیدا ہوئے ،جن میں مولانا عبدالمنان وزیر آبادی جن کی کثیر تعداد پنجاب میں مصروف درس وافادہ تھے'' [2]

مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ

کثرتِ تدریس میں حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری بھی شامل ہیں مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی فرماتے ہیں:

''حافظ عبداللہ محدث غازی پوری نے مدت تک آرہ (مدراس) میں تدریس فرمائی اور کامیاب واچھی زندگی گزاری پھر مولانا محمد بشیر سہسوانی کی وفات کے بعد دہلی تشریف لے آئے اور ایک زمانہ تک دہلی میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا پھر لکھنو چلے گئے اور لکھنوہی میں ماہ صفر 1337ھ رحلت فرمائی'' [3]

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''(درسگاہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی) کے نامور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری ہیں جنہوں نے درس وتدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین کے بعد

---

[1] نزهة الخواطر 312،8

[2] تاریخ دعوت وعزیمت 5/ 359

[3] نزهة الخواطر 288/8

درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا''[1]۔

مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی فرماتے ہیں

جن کی ذات پر علم کا فخر تھا اور عمل کا ناز تھا تدریس جن کے دم سے زندہ تھی اساتذہ جن پر اس قدر نازاں کہ حضرت شیخ الکل جناب میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے

''میرے درس میں دو عبداللہ آئے ہیں۔''

ایک عبداللہ غزنوی دوسرے عبداللہ غازی پوری[2]۔

میاں صاحب کے تلامذہ میں صاحب تصنیف

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام حدیث نبوی ﷺ کی خدمت میں کتابیں تصنیف کیں ان کا اگر تفصیل سے ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے بیشتر علمائے کرام نے یہ خدمت انجام دی ہے۔

ذیل میں صرف اُن علماء کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے خدمت حدیث میں کتب صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک، بلوغ المرام اور مشکوۃ المصابیح وغیرھا کی شروح، حواشی، تعلیقات اور تراجم کیے۔ (عراقی)

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں

1۔عون الباری لحل ادلة البخاری (عربی)

2۔ السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج (عربی)

3۔مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی)

4۔فتح العلام شرح بلوغ المرام (عربی)

5۔ الروض البسام من ترجمة بلوغ المرام (عربی)

---

[1] تراجم علمائے حدیث ہند (مقدمہ)،ص:37

[2] تراجم علمائے حدیث ہند،ص:455

مولانا عبد التواب محدث ملتانی

6۔تعلیق حاشیۃ صحیح مسلم ابی الحسن مستوی (عربی)

7۔تعلیق مشکوٰۃ المصابیح (عربی)

8۔ تعلیق المصنف لابن ابی شیبة (عربی)

9۔ تعلیق عون المعبود شرح سنن ابی داؤد (عربی)

مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی

10۔ تخریج آیات الجامع الصحیح البخاری (عربی)

11۔ شرح سنن ابن ماجه (عربی)

12۔ تکمله تنقیح الرواة فی تخریج أحادیث المشکوٰۃ(عربی) (نصف ثانی)

مولانا محمد رفیع الدین شکرانوی

13۔ رحمت الودود علی رجال سنن ابی داؤد (عربی)

مولانا سید احمد حسن دہلوی

14۔ تنقیح الرواة فی تخریج أحادیث المشکوٰۃ (عربی) (نصف اول)

15۔ حواشی بلوغ المرام (عربی)

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی

16۔ غایة المقصود فی حل سنن ابی داؤد (عربی)

17۔ عون المعبود علی سنن ابی داؤد (عربی)

18۔ التعلیق المغنی علی سنن دارقطنی (عربی)

19۔ تعلیقات علی سنن نسائی (عربی)

20۔ تعلیقات علی اسعاف المبطا برجال الموطا (عربی)

21۔ رفع الالتباس عن بعض الناس (عربی)

22۔ فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری (عربی)

23۔ ھدیة اللوذعي بنکات الترمذی(عربی)

24۔ شرح مقدمة صحیح مسلم (عربی)

مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوری

25۔ تحفة الاحوذی فی شرح جامع الترمذی (عربی)

26۔ مقدمة تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی (عربی)

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری

27۔ البحر المواج شرح مقدمة صحیح مسلم بن حجاج (عربی)

مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی

28۔ حاشیة مشکوة المصابیح(عربی)

مولانا ابویحیٰ محدث شاہ جہاں پوری

29۔ تعلیقات علی سنن نسائی (عربی)

کتب احادیث کے تراجم

حضرت میاں صاحب کے کئی تلامذہ نے کتب احادیث کے ترجمے کیے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مولانا وحید الزمان حیدر آبادی

1۔ تیسیر الباری ترجمة صحیح بخاری

2۔ تسہیل القاری ترجمه ارود صحیح بخاری مع الشرحین فتح الباری وارشاد الساری یعنی قسطلانی مع نیل الاوطار وشرح منتقیٰ الاخبار

3۔ المعلم ترجمه صحیح مسلم

4۔ الھدی المعمود ترجمه سنن ابی داؤد

5۔ روض الربی من ترجمة المجتبیٰ اعنی سنن نسائی

6۔ کشف المفطار فی ترجمه موطا امام مالک

7۔ رفع العجاجه ترجمه سنن ابن ماجه

حضرت میاں صاحب کے درج ذیل تلامذہ نے صحیح بخاری، مشکوۃ المصابیح، بلوغ المرام اور کئی دوسری کتب حدیث کے ترجمے کیے ہیں۔

مولانا بدیع الزمان حیدر آبادی، مولانا ابوالحسن محمد سیالکوٹی، مولانا حافظ ابراہیم آروی، مولانا امیر علی ملیح آبادی، مولانا محمد بن ہاشم سورتی، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا سید عبدالاول غزنوی، مولانا سید عبدالغفور غزنوی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہم اللہ اجمعین

میاں صاحب کے تلامذہ کے تلامذہ

حضرت میاں کے تلامذہ میں حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (متوفی 1331ھ) اور استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (متوفی 1334ھ) کا تدریس میں جو مرتبہ ومقام ہے وہ اہل علم واہل قلم سے مخفی نہیں ان کے تلامذہ نے جو علمی ومذہبی ودینی اور تدریسی وتصنیفی خدمات انجام دیں ان کا تذکرہ ان شاءاللہ العزیز رہتی دنیا تک رہے گا۔

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی (متوفی 1964ء) اور حضرت العلام حافظ محمد محدث

گوندلوی (متوفی 1985ء) حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی (متوفی 1331ھ) کے شاگرد تھے اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی (متوفی 1968ء) حافظ الحدیث عبد المنان وزیر آبادی (متوفی 1334ھ) کے فیض یافتہ تھے۔

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی (متوفی 1384ھ) اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین، مورخ محقق اور عربی زبان پر مکمل عبور رکھنے والے، فتویٰ نویسی میں جامع الکمال بہت بڑے مصنف اور مدرس تھے تمام علوم اسلامیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ وسیر، ادب، انساب، اسماء الرجال، علم الکلام، فلسفہ ومنطق، عربی وانشاء اور صرف ونحو میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حضرت محدث روپڑی کے علمی تبحر اور علوم اسلامیہ میں ژرف نگاری کا مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور امام حدیث مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری نے اعتراف کیا ہے مولانا بٹالوی مرحوم نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں لکھا کہ

حافظ عبداللہ روپڑی علم وفضل میں حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ کے ہم پلہ ہیں۔

مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری رحمہ اللہ نے ایک طالب علم عرب نجدی الاصل سے فرمایا کہ

حافظ عبداللہ روپڑی جیسا ذی علم اور لائق استاد تمام ہندوستان میں کہیں نہیں ملے گا ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں [1]۔

تدریس میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا، ان کے تلامذہ میں مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی، مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز، حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، حافظ عبدالرحمان مدنی، حافظ ثناء اللہ مدنی، حافظ عبدالرحمان کمیرپوری اور مولانا محمد یوسف آف راجووال شامل ہیں۔

---

[1] فتاویٰ اہلحدیث 1/ 26

حضرت العلام محدث روپڑی تصنیف وتالیف میں بھی اپنا بلند مقام رکھتے تھے عربی واردو میں ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد (40) کے قریب ہے۔خدمت حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح کی دوشرحیں عربی واردو میں لکھنی شروع کیں جو نامکمل رہیں ۔حافظ صاحب نے 11 ربیع الثانی 1384ھ/ 20 اگست 1964ء کولاہور میں انتقال کیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

اسلام اور ریلیاں

سفیان سیف [1]

اِسلام ایک طاقتور دین تھا، کمزوروں نے اسے ناتواں کر دیا۔ اسلام ایک ہمہ گیر مذہب تھا، تنگ نظروں نے اسے سطحی بنا دیا۔ اسلام ایک عالمی نور تھا، گمراہوں نے اسے مغرب کی تاریکیوں میں ڈبا دیا۔ اسلام امن کا گہوارا تھا، بیمار ذہنوں نے اسے دہشت گردی سے جوڑ دیا۔ اسلام زمانے کا اِمام تھا، پست قدموں نے اسے صفِ آخر میں دھکیل دیا۔ اسلام دینِ کامل تھا، نفس کے غلاموں نے اسے ناقص قرار دیدیا۔ اسلام حسنِ خُلق کا پیامبر تھا، بداَخلاقوں نے اس کے حسن کو گہنا دیا۔ اسلام اَعلیٰ اَقدار و تہذیب کا علمبردار تھا، یورپی فکر کے حاملوں نے اسے پراگندہ کر دیا۔ اسلام خلوص کا پیکر تھا، منافقوں نے اس کے دامن کو تار تار کر دیا۔ اسلام اپنی وسعتوں میں بحرِ بے کراں تھا، کج فہموں نے اسے قطرۂ آب سمجھ لیا۔ اسلام قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور جنوں کے لیے نیّرِ تاباں تھا، لوگوں نے اسے ظلمتِ شب کا مسکن بنا دیا۔ اسلام عدل و انصاف کا سرچشمہ تھا، ظالموں نے اس پر ظلم و عدوان کی باڑھ لگا دی۔ اسلام ہم رنگِ زمانہ تھا، تاریک خیالوں سے وقت سے متصادم کر دیا۔ اسلام معلّمِ کائنات تھا، جاہلوں نے اس کے گرد جہالت کے گڑھے کھود دیئے۔

اسلام شدتِ انتقام سے شمشیر زن ہو کر کفر کی گردن زدنی کا نام تھا، شورش پسندوں نے اسے رسمی نعروں کا شور بنا دیا۔ اسلام جذبات کی حدّت سے میدانِ جہاد کو گرمانے کا نام تھا، عجلت پسندوں نے اسے سڑکوں کا رساؤ بنا دیا۔ اسلام وقت کے سینے کی دھڑکن تھا، مردہ دلوں نے اسے زمانے کی موت

---

[1] خطیب مرکز الفرقان، ایف بی ایریا کراچی

ٹھہرا دیا۔

جی ہاں! اسلام خلدِ بریں کی حسین شاہراہ تھا، وقت کے شدادوں نے اس شاہراہ پر اپنے لیے سیم و تھور کا بازار لگوا دیا۔

اسلام ہر اعتبار سے مسلمانوں کا راہنما ہے، کیا خوشی کیا غم، کیا جذبات کیا فہم، کیا انتقام اور کیا کرم۔ معاملہ نیا نہیں ہے، رسمِ ظلم و ستم بھی نئی نہیں ہے، اہل کفر کی طرف سے اہل اسلام کے مذہبی جذبات سے چھیڑ چھاڑ بھی وہی دیرینہ ہے، تو پھر اندازِ جوابِ آں غزل نیا کیوں ہے؟

توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ آج کا نہیں ہے، اس کی تاریخ کوہِ صفا سے شروع ہوتی ہے۔ توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا گستاخ ابولہب تھا۔ اسلام کا قانون ہے کہ جو جس عمل کی ابتدا کرے گا۔ وہ عمل جاری رہنے تک اس کی سزا یا جزا لے گا۔ ابولہب ملعون نے گستاخئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا کی، لہٰذا آج تک جو بھی اس کا مرتکب ہوا ہے یا ہوگا' وہ اولادِ ابولہب میں سے شمار ہوگا۔

آج کا مسلمان بھی بڑا ہی عجیب ہے۔ جن کے خلاف احتجاج کر رہا ہے، طریقۂ احتجاج بھی انہی کا اختیار کیا ہوا ہے۔

ہمیشہ یاد رکھو! جو اوروں کے چراغوں سے تیل لیتے ہیں، ہمیشہ اندھیرے میں قید رہتے ہیں۔

کسی کے خلاف ریلی نکالنا کونسے اسلام لا دیا ہوا سبق ہے؟ قرآن کی کس آیت یا نبی کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس حدیث سے ثابت ہے؟ یا پھر خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کس کا طرزِ عمل ہے؟

گستاخیاں تو تب بھی ہوتی تھیں، جب خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی) کائنات میں رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ تب اس گستاخی کا جواب کیسے دیا جاتا تھا؟

ہمارے مطالعہ کے مطابق گستاخوں کا زمانہ تین اَدوار پر مشتمل ہے۔ اور تینوں اَدوار کا اندازِ انتقام بھی مختلف ہے، مگر ان میں کہیں بھی ریلی یا جلوس کا عمل دخل نظر نہیں آتا۔

مکہ کا تیرہ سالہ دورِ تبلیغ' جو کہ پورے کا پورا بد سے بدترین گستاخوں اور گستاخیوں سے عبارت ہے۔ ''تباً لک یا محمد'' کا دل خراش جملہ۔ ساحر، مجنون، شاعر، مذمم اور وضاعِ دین جیسے کئی سماع خراش آوازے۔ ابوجہل کا بحالتِ سجدہ جانور کی اوجھڑی' ساقئ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس پر ڈالنا۔

گلے میں رسی ڈال کر کھینچنا۔ آپ ﷺ کے ساتھیوں کو انسانیت سوز سزاؤں میں مبتلا کرنا۔

شعبِ ابی طالب کی قید بامشقت، جہاں آپ ﷺ کا درخت کے پتے اور چمڑے چبانا۔ طائف کی خوبصورت وادیوں میں اوباشوں کے ہاتھوں لہولہان ہونا۔ اور پھر قتل کی سازش کے نتیجہ میں آخراس آبائی وطن کو خیر باد کہہ دینا۔

کیا یہ تمام باتیں گستاخیاں نہیں تھیں؟ اگر تھیں اور یقیناً تھیں تو ان تیرہ سالہ دورِ مکی میں نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ کتنی ریلیاں نکالیں؟ کتنے احتجاجی جلوسوں کی قیادت کی؟ کتنی ہڑتالیں کیں؟ کتنی سڑکیں بلاک ہوئیں؟ کتنے پتلے نذرِ آتش کیے گئے؟

ان سب میں سے کوئی ایک بھی احتجاجی راستہ اختیار نہیں کیا گیا، اس لیے کہ یہ احتجاج اسلام کے مزاج کے مطابق ہے ہی نہیں۔ اسلام کا مزاج ایسے لوگوں سے اپنے وقت پر انتقام لینے کا ہے۔ چاہے کچھ تاخیر ہی سہی، لیکن قتل سے کم کوئی سزا قبول نہیں۔ اسلام وقت کا انتظار کرتا، جذبات کی پرورش کرتا اور زخموں کو تازہ رکھتا ہے۔ پھر جیسے ہی دشمن تہِ تیغ آتا ہے تو پھر کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ صرف ایک سال میں۔ جی ہاں! صرف اور صرف ایک ہی سال میں! مکہ کے تمام بڑے گستاخانِ رسول ﷺ بدر کے اندھے کنویں کی خوراک ہوئے۔

یہ ہے اسلام کا انتقام! یہی تھا اس کا اصل وقت! اور یہی تھی تسکینِ قلب کی روش!

برسوں سے احتجاجی ریلیاں، جلوس اور ہڑتالیں کرنے والوں نے آج تک کیا کیا؟ سوائے شورش برپا کرنے اور اپنی ہی قوم کا نقصان کرنے کے؟؟

آیئے! اب مدینہ طیبہ چلتے ہیں! یہاں اسلام ابھی اپنی آبیاری کے ابتدائی ایام میں ہے۔ سلطنتِ اسلامیہ ابھی پرورش پا رہی ہے۔

یہاں عبداللہ بن ابی جیسے منافقین بستے ہیں۔ جس نے تاریخِ عالم کی سب سے بدترین گستاخی کی۔ اور قرآن میں اللہ نے اس کی گستاخی کو ذکر کیا۔ اس نے کہا تھا کہ

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ﴾ [المنافقون: 8]

''یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اب لوٹ کر مدینے جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔''

اس ذلیل نے اپنے آپ کو عزت والا اور اللہ کے باعزت ومکرم رسول ﷺ اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو (نعوذ باللہ) ذلیل کہا تھا۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار نکالی اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے اجازت طلب کی' کہ کیا میں اس ذلیل کی گردن نہ ماردوں؟ لیکن سراپا رحمت ﷺ نے فرمایا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو کہ لوگ کہیں یہ نہ کہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا ہے [1]۔

اس وقت فتنے کے ڈر سے اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے قتل سے احتراز فرمایا۔ اسے واقعہ اُفک میں تہمت کی حد سے مستثنیٰ کیا گیا، لیکن فرشتوں کا انتقام اس کی موت کا منتظر تھا۔ اور رب کا انتقام اس جیسے منافقین کو قیامت تک محرومِ رحمت کرکے دائمی عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اللہ نے قرآنِ مجید میں رہتی دنیا تک کسی بھی منافق کا جنازہ پڑھنے اور اس کے لیے دعائے استغفار کرنے سے منع فرما دیا، بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ [النساء:145]

''منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔''

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ [التوبہ:68]

''اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

یہاں یہودیوں کا ایک ملعون سردار کعب بن اشرف بھی رہتا ہے، جسے اس کی گستاخی کی سزا دینے کیلئے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ خفیہ طریقے سے جا کر اسے قتل کرتا ہے۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب اس گستاخ کی قوم کا ہر بالغ مرد قتل کر دیا گیا، عورتیں اور بچے غلام بنا لیے گئے۔

---

[1] صحیح بخاری:4905

یہاں پر بھی نہ کوئی ریلی نکلی، نہ جلوس سڑک چھاپ ہوا اور نہ ہی کوئی ہڑتال ہوئی۔

آخر فتحِ مبین کی منزل قریب آئی۔ مکہ زیرِ نگیں ہوا اور اہل مکہ سرنگوں! ہر ایک کو امان دی گئی، سوائے ان سابقہ گستاخوں کے' کہ جو ہجرت سے پہلے اَشرارِ مکہ ثابت ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں حکم ہوا کہ: ''اگر کعبہ کی دیوار سے بھی چمٹے ہوں تو قتل کر دیا جائے۔''[1]

یہ ہے تیسرا اور آخری دورِ انتقام۔ اب کوئی مصلحت پاؤں کی زنجیر نہیں! اب کوئی خوف دامن گیر نہیں! اب کوئی اعتراض قابلِ شنید نہیں!

جب جذبات سنبھالے جاتے، زخم کریدے جاتے اور عزائم کو سینوں میں بیدار رکھا جاتا ہے، تب انتقام صرف دشمن کی موت کی صورت میں ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔ ریلی تو کمزوری کی علامت ہے، نااہلی کو پردۂ زرنگار میں چھپانے کی مذموم سعی ہے اور جذبات کے تقدس کو شاہراہوں کی دُھول چٹانا ہے۔

بقولِ اقبال:؂

مجھ کو معلوم ہیں پیران حرم کے انداز
ہو نہ اخلاص تو دعوائے نظر لاف و گزاف

اور یہ اہل کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

جاننے والے اگر فہم آشنا ہوں، پڑھنے والے اگر فطرت کے نکتہ رساں ہوں اور سمجھنے والوں کے دریچۂ دِل وا ہوں' تو ان کے لئے مشرکین مکہ کی انتقامی مثال ہی کافی ہے کہ فطرت کے باغی اپنے ''دشمن دین'' کے مقابلے پر کیسے فطرت شناس ہو جایا کرتے تھے؟

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے خامہ فرسائی کی ہے کہ غزوۂ بدر میں شکست وریخت کے بعد وہ کس قدر ''خاموش'' ہو بیٹھے تھے۔ انہوں نے باہم فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے غم کو سینے کا ہار اور سر کا تاج بنا کر رکھیں گے، تا آنکہ آئندہ دنوں میں بھرپور تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کریں اور ان سے اپنی

---

[1] سنن نسائی:4067

شکستِ بدر کا بدلہ لیں گے۔ انہوں نے مکمل خاموشی سے بھرپور تیاری کی۔ مزید قبائل عرب کو ساتھ ملایا۔ بدر کے حملے سے محفوظ ابوسفیان کے قافلے کے تمام تاجروں نے اپنے کل مال کو اُحد کی تیاری کے لئے وقف کر دیا۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو کسی نہ کسی صورت میں میدانِ اُحد میں موجود ہو، جو خود نہ تھا' اس کا قرض دار تھا، مالک نہ تھا تو غلام تھا۔ کوئی لالچ پر آیا تھا تو کوئی دھمکی سے لایا گیا تھا، الغرض یہ ان کے لئے بقا یا فنا کی جنگ تھی، مگر کس قدر خاموشی کے ساتھ!!(1)

فطرت کے منکر بھی اس کے زیر اثر تھے! خدا کے منکر بھی خدا کے خوگر تھے!

کاش! کہ ملتِ اسلامیہ کے موجودہ حدی خواں' جو اپنی چوہدراہٹوں کے خول میں گردن دبائے مست مۓ پندار بیٹھے ہیں، کبھی اسلام کے آفتابِ تاباں کے مزاج آشنا بھی بن پاتے' تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ اسلام شور شرابے، اٹکھیلیوں اور شرارتی ناز و اَدا سے اٹھلاتی رونقِ بازاری کا نام نہیں ہے۔

اسلام تو ہر باطل کے مقابلے پر شمشیرِ برہنہ کا نام ہے! اسلام تو ﴿فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ﴾ کا نام ہے! اسلام تو گردنِ کفار کو محرومِ بدن کرنے کا نام ہے!

کاش! کہ دعوت و ارشاد کے مسند نشینوں نے بھی کبھی سوچا ہوتا' کہ ہم اپنی ذاتی خودنمائی کیلئے ناموسِ رسالت کو کمائی کا ذریعہ کیوں بنائیں!

کاش! کہ کبھی ان کے دل کی راہ گذر پر یہ خیال بھی ٹھہرا ہوتا کہ ہم نے اپنی سیاست کے اندھیروں کو قرآن کے نور سے منور کرنے کی کوشش کی ہوتی!

کاش! کہ انہوں نے یہ خیال آرائی بھی کی ہوتی کہ سنتِ رسول ﷺ کی ضیا پاشیاں کبھی ہمارے بے آباد مکانوں پر بھی دستک کناں ہوئی ہوتیں!

تو آج ماحول ریلیوں کا نہیں، بلکہ دعوت و جہاد کے ان ریلوں کا ہوتا' جس کے آگے کفار کے لاکھوں کے لشکر بھی ریت کے ذرات سے حقیر تر ہوا کرتے تھے!

ان ابابیلوں کا ہوتا' جو اتحادی افواج پر شاہین بن کر برستے!

---

(1) تفصیل کیلئے دیکھیں سیرت النبی ﷺ کی عالمی شہرت یافتہ کتاب: الرحیق المختوم

ان ملائکہ کا ہوتا' جن کی حیات کے سب سے قیمتی لمحات بدر کے میدان میں خاک بہ سر ہوئے! ؎

فضاءِ بدر پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں، گردوں سے ' قطار اندر قطار اب بھی!

اور ؎

آج بھی ہو' جو ابراہیم سا ایماں پیدا تو آگ کر سکتی ہے وہی اندازِ گلستاں پیدا!

ضرورت ہے اس بات کی کہ اسلام کی حقیقی روح کو نا صرف یہ کہ اچھی طرح سمجھا جائے، بلکہ اس کے مزاج سے اپنے آپ کو مزاج آشنا بھی کیا جائے۔ نہ کہ' خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں' کے مصداق اسلام کو اپنے ہم آہنگ بنانے کی سعیٔ لا حاصل کرے، بلکہ خود بھی اور اپنے مقتدیوں، اپنی جماعت کے کارکنوں اور ماتحت لوگوں کو بھی اسلام شناسی پر کار بند کرے کہ یہی اور بس یہی ایک طریقہ غلبۂ اسلام کیلئے کارآمد و مجرب ہے، وگرنہ سڑکوں کی دھول ہی آپ کا مقدر ہے!

خودی کا سرِ نہاں لا الٰہ الا اللہ خودی ہے تیغ، فساں لا الٰہ الا اللہ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے صنم کدہ ہے جہاں، لا الٰہ الا اللہ
کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا فریبِ سود و زیاں، لا الٰہ الا اللہ
یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند بتانِ وہم و گماں، لا الٰہ الا اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زُناری نہ ہے زماں نہ مکاں، لا الٰہ الا اللہ
یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند بہار ہو کہ خزاں، لا الٰہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں مجھے ہے حکم اذاں، لا الٰہ الا اللہ

اس شعر کے ساتھ اپنے مضمون کے سرِ محضر یہ مہر لگا رہا ہوں کہ ؎

اب جو چاہے وہی پائے روشنی ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا!